

## دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
تَعَدَّ وَتَحْصَلْ عَلٰی رِسَالَةِ الرَّسُولِ

اما بعد ایک کرم فرمائے مجھے ایک خط لکھا تھا۔ جس میں چند سوالات درج تھے ان میں سے بعض کے جوابات "الحق المبین" میں پہلے ہی آگئے تھے اس لئے ان کو اعادہ بے فائدہ تھا ایک سوال میری ذات سے متعلق تھا اور ایک کا تعلق کسی امر الیٰہی سے نہ تھا تاہم دوسرے کے جوابات زیر نظر مضمون میں آگئے ہیں البتہ ایک سوال ایسا تھا کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر مستقل حیثیت سے اس کا جواب لکھنا ضروری معلوم ہوا مگر ساق کا قطر نہ تھا طلب اس قدر جارحانہ تھا کہ جواب کی حیثیت سے اس پر کچھ لکھنا میری افتادہ طبع کے غلات تھا اس کے باوجود بعض انبیاء حق کی خاطر مجھے یہ مضمون لکھنا پڑا جس میں بحث کے تمام اصولی پہلوؤں کو میں نے اجاگر کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا، اسی وجہ سے مضمون اتنا طویل ہو گیا کہ اس نے ایک مستقل رسالہ کی محبت اختیار کر لی۔

اس سوال کا مبینیٰ المصنفت ام المہنت مولانا اشرف احمد عثمان صاحب بریلوی دہلی سڑک العزیز پر یہ الزام ہے کہ مدفن موصوف سے تحفہ برائے کس کے مختلف مقامات سے تین نامکمل نقروں کو لے کر ایک فقرہ بنایا جس سے کفری مضمون پیدا ہو گیا۔ زیر نظر مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ المصنفت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

اس مضمون میں تحفہ برائے کس کی چوڑھ نقلیاں مدینہ انور کی کئی کئی میں اور ہر نقلی کے ضمن میں وہ قول کے ساتھ تحفہ برائے کس کے مباحثہ کو رو کیا گیا ہے۔

سلسلہ اشاعت نمبر: ۵۶

Rs. 25.00  
قیمت ۲۵ روپے  
Not For Resale

نام کتاب : التبشیر بربہ التحذیر  
تصنیف : علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ  
نام کتاب : التنبویر للدفع ظلام التحذیر  
تصنیف : مولانا غلام علی اکاڑوی

اشاعت : اسلامک پبلشرز دہلی۔ Ph: 011-23284316

اشاعت خصوصی : بموقع عرس رضوی نوری ۱۳۲۹ھ، ۲۰۰۸ء

ناشر : رضا اکیڈمی، ڈوٹھاڈ، اسٹریٹ، ممبئی۔ ۹

فون: 022-66342156

Website: razaacademy.com

طابع : رضا آفیش، ممبئی۔ ۳

تعداد : 500

خصوصی قیمت مجلد : Rs.25=00

نوٹ: یہ کتاب بطور تجارت فروخت کے لئے نہیں ہے۔

**RAZA ACADEMY**

52, Dontad, Street, Mumbai-9

آیت کریمہ "ما کان محمد ابداً من دینکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین" میں  
اسناد رک کی تو حیات صما سے تحقیق کی تفسیر حیات کی روشنی میں اس آیت سے کی گئی ہیں کہ تئذیہ والہا  
کے تمام اہل ایمان کا ابطال ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جو وہ سو برس میں  
آج تک کسی عالم دین نے آیت مبارکہ "و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کی تفسیر کرتے ہوئے "تمام نبیین"  
کے معنی میں انرا نبیین کو کوئی مذکورہ خیالی قرار دے کر نہایت غایت نامزد مانی گئے سو کسی ایسی چیز پر  
نہیں دیکھی۔ مزاح کہ کسی نے نبوت کی تفسیر بالذات اودیا عرض کی ہے۔

اسی صالین شہادت کیا گیا ہے کہ اگر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تاویل میں  
نافروری صاحب کا مسلک جبرائست مسلم کے قطعاً خلاف ہے حتیٰ کہ بعض اکابر دیوبند نے بھی  
نافروری صاحب کی اس تاویل سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ دیوبند کے مولانا اودیشا و صاحب  
کشمری نے فیض الہادی میں "تحدید السس" کی تاویل کا مدعیہ فرمایا ہے، جبکہ اس بیان  
کو پرشت سے معلوم ہو گا۔ آندہ حقیقت یہ ہے کہ میری نیت اس تحریر سے اہل حق کے سوا کچھ  
نہیں۔ واللہ المستعان و ہم وحسبہ و نعم المولیٰ و نعم الوکیل و صل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و غفر لہ  
سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَامِعًا وَمُعِيتًا مَسْلُومًا

وَصِيحَةَ الْمُنَاقِبِ ..... ۳۰ صلوات اللہ تعالیٰ

السلام الملقون

آپ کا طویل دل و خوش گویاں کہ وہ بڑی موصوفی ہوئے۔ جسے بڑھ کر جواب کہنے کے لئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ آپ کا بار بار غلطی و غلطی آتا تھا کہ اس کے احکام کے لئے سنجیدگی کا ساتھ نہ دیا۔ پھر یہ کہ آپ کے اکثر سوالات ایسے تھے جن کے جوابات بار بار دینے کا چکے ہیں۔ میں خود بھی "الحق المبین" میں ان کے جوابات لکھ چکا ہوں۔ بعض سوالات بعض نبیؐ تھے جن کا تعلق کسی اموی ہوتے تھے۔ مثلاً علماء بریل نے قرآن و حدیث اور علوم و فنی کی کوئی خدمت نہیں کی۔ کوئی تفسیر لکھتی نہ حدیث میں یہ کہ لکھنا نہ تو ان میں کوئی کتاب لکھی تھی کہ کوئی شرح یا مائتہ یک لکھنے کی کوئی توفیق نہ ہوئی۔ تمام کتب متداولہ پر مجا سے علماء کے تشریفات و حواشی پائے جاتے ہیں۔ یہی کتابیں آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں وغیرہ وغیرہ

## حقانیت کا معیار

ماحول کے ایک حق پسند انسان اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حقانیت کا معیار یہ نہیں ہے کہ آپ میں کد رہے ہیں بلکہ اگر شریعت اور کتاب و سنت کی تصریحات ہی حق کی کسوٹی پر آکر ایک بہت بڑے مصنف کے خلاف کوئی شخص استقامت کا دعوے دار ہو کر دے تو اس کے جواب میں شریعت اور قانونی ثبوت ہی قبول کیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ اس مصنف کی

قدیمات اس کے بری الزمرہ ہونے کے لئے کافی ہو جائیں۔ حق و باطل کا فیصلہ دلیل سے ہوتا ہے۔ تعارض سے نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ علماء بریل اس حقیقت سے کہ وہ بریل سے تعلق رکھتے ہیں ہرگز مجا سے مستند نہیں بلکہ ان کا مقصد ہونا اس مسلک کی بنا پر ہے جو سوادِ علم اہل سنت و جماعت کے نزدیک حق ہے خواہ اس مسلک کے حامی بریل ہیں یا وہ نہیں ہیں یا کسی اور جگہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مسلک کے حامی علماء کون ہیں اور انہوں نے علمی دنیا میں کیا کارنامے انجام دیے ہیں تو اس کے تعلق سے درست مجھے کسی تفصیل میں جاننے کی ضرورت نہیں آئندہ مسابا بڑھ کر آپ خود فیصلہ کر لیں گے کہ علماء مفسرین و محدثین جن کے علمی کارناموں کا آپ بھی انکا نہیں کر سکتے کس کجہ و فکر کے ہم مسلک تھے۔

## ایک تلخ حقیقت

اگر بریل کی نصرت ہی آپ کے پیش نظر ہے تو فضیلتی علم میں ہر دعوے کے ساتھ علم کو رکھنا ہوں کہ بریل ہی علماء کسی میدان میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ مگر سو اتفاق سے مجا سے منصب کے پرستاروں اور خود ساری اور شہرت کے متوالوں کی اجتماع میں قریب جب نشر و اشاعت کے ذرائع پر مجا سے ہر گزشتہ اور انہوں نے اپنے تفریعوں کے خلاف ایک مضبوط اور مستقل مجا سے قائم کر لیا تو ایسی صورت میں کیوں کر ممکن تھا کہ ان کے کسی مقابل کی علمی خدمات منظر عام پر آسکیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کی تفصیل ایک دفتر طویل چاہتی ہے۔

## معتزلہ کا اہلسنت پر الزام

کہہ بھی سہی اتنی بات کا انکار تو کوئی انصاف پسند آدمی نہیں کر سکتا کہ اپنے مخالفین کو نیچا دکھانے کے لئے اس قسم کے ادھے بھید یا جیسا استعمال ہوتے چلے آئے ہیں۔ جس زمانہ

میں معتزلہ کے ملکی کا نام لیا کا دودھ دہ تھا اجنت کو اسی طرح مرد الزام قرار دیا جاتا رہا۔

### غیر معتزلین کا امام اعظم پر الزام

غیر معتزلہ کسی نہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف آج تک بھی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے نہ کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث بھی کی کوئی نہ دست کی صرف سترہ حدیثیں انہیں یاد تھیں انہوں نے ساری عمر قیاس اور رائے کی وادیوں میں گزار دی۔

### مظاہرہ، شوافع اور حنابلہ کا علمائے اخلاف پر الزام

مستند قسم کے مظاہرہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ علماء احناف کے خلاف بھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ اصحاب الازمات میں نہ انہوں نے کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث، محض فقہی مسائل میں الجھے ہیں۔ کیوں نہ ہیں مرنائی بھی اہل حق کے خلاف اس قسم کے اورچے ہوتا رہا استعمال کرتے رہے باز نہیں آتے۔ اور یہ آداب بھی لکھ میں تبلیغ اسلام کے بلند بانگ مدعی، انگریزی زبان میں بزم خود تفسیر قرآن لکھنے کے کا نام مل کر کیا ان کے زمین و آسمان کے قلابے جیسے اذلیل حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کیا کوئی حق پسند انسان ان باتوں سے متاثر ہو کر حق و باطل کے اصل معیار سے منحرف ہو سکتا ہے۔

### تحریک ختم نبوت میں گرفتار کیوں نہیں ہوئے؟

ایک سوال خاص میری قزاق کے متعلق بھی کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تحریک

ختم نبوت میں آپ گرفتار کیوں نہیں ہوئے، اگرچہ یہ بات اب بے وقت ہے مگر جواباً اتنا ضرور عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہاں تک عقیدہ ختم نبوت کا تعلق ہے، میرا یہ عقیدہ آپ کے سامنے ہے جس کو بغیر پڑھنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہونا کیس کا عقیدہ ہے۔

دہا تحریک کے زمانہ میں گرفتاری کا مسئلہ تو اس کا جواب تو آپ کو اسی وقت کے مفاتیح حکومت سے پوچھنا چاہیے تھا۔ میں تو صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ جب مجلس اہل کے ارکان کو کوئی خیر محمد صاحب یا نادر مرادی اور مولوی محمد شفیع صاحب ہمسرہ محکمہ قائم العلوم وغیرہ حضرات نے مجھے خدائی کی تحریک کا مدد دیا تو میں نے اپنی ذمہ داریوں کو برومی طریقہ محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض کو بخیر و غریب انجام دیا جس کی دلیل یہ ہے کہ ہر جگہ یہ تحریک ختم نبوت کے باوجود بھی اہل حق میں نہایت پرامن طریقہ سے آخر تک چلتی رہی۔ لیکن چونکہ میں نے اس عمار کو بھی برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی تھی اس لئے مجھے گرفتار نہیں کیا گیا۔

### قابلِ غور بات

قابلِ غور بات یہ ہے کہ صدر کی کارگزاری تو ان کا عالم کے فیصلہ کے مطابق ہی ہوا کرتی ہے اس صورت میں اگر میرا گرفتار نہ ہوتا آپ کے نزدیک موجب اعتراض ہے تو میری بجائے میں ان کو مولوی خیر محمد صاحب اور مولوی محمد شفیع کے گرفتار نہ ہونے پر آپ نے کیوں اعتراض نہیں کیا۔

صرف یہ نہیں بلکہ مولوی مجلس عاقلہ کا مرکز یعنی فقہ تو آپ کے مولوی اعظم اہل حق تھائی اور مولوی مفتی محمد شفیع دیوبندی تھے اب آپ مجھے بتائیں کہ کلام کے گرفتار نہ ہونے میں کیا راجعہ یا



ہے اتنی نہ بڑھ پائی دلائل کی حکایت : ہاں کو ذرا دیکھو، ذرا بند کیا دیکھو  
 خلاصہ یہ کہ آپ کے دل غراش طرز تعجب اور فرسودہ سوالات کے پیش نظر قلم اٹھانے  
 کو دل نہ چاہتا تھا مگر اس کے باوجود آپ کو جواب دینے کی غرض سے نہیں بلکہ حق کو واضح کرنے  
 کے لئے صرف ایک سوال کا جواب حوالہ ذکر کرتا ہوں جو باوجود فرسودہ ہونے کے اہمیت  
 رکھتا ہے اور باب فقہائیں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

میں نے اپنے اس مضمون میں بحث کے ہم ترین پیروؤں کو انہا کر کے کی کوشش کی  
 تھی مگر آپ نے اسے فنی چرچہ لیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ہر اپنے بقیہ سوالات میں کے ہر ایک  
 حوالہ میں ایسے ایسے نکتے ہیں کی حقیقت میں شکست ہو جائے گی۔ اے آپ مجھ جیسی سگے  
 اہل کا امام تعجیب انکس کے سوا کچھ نہیں۔ انہی میں سے کسی بھی ایک مضمون کا کافی ہے۔

وما تفریق الا باطل

**سوال کا خلاصہ اور اس کا جواب**

آپ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے تہذیب و انصاف  
 کے تین بے ترتیب اور ناممکن فقرہوں کو مسلسل کلام میں ایک فقرہ بنا کر کفری مضمون پیدا کیا۔ اس  
 کے متعلق میری گزارش یہ ہے کہ،

یہ سچ ہے کہ انھیں بریلوی صاحب نے تہذیب و انصاف کی حیرت انگیز مبدعہ حاصل  
 کلام میں بیان فرمایا ہے لیکن حضرت و صورت پر یہ الزام سراسر قحط ہے کہ انہوں نے تمام فقرہوں  
 کو منفعت معنات سے کے کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام الحرمین میں تہذیب و انصاف  
 کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ مسلسل کلام میں بیان کر دیا گیا ہے۔ تمام الحرمین کی عبارت حسب ذیل  
 ہے :-

قاسم التوفیقی صاحب تہذیر الناس وهو انفا شلہ فیہ دو فیض فی زعمہ  
 حصل فیہ وسلم ہل لو حدث فیہا صلی اللہ علیہ وسلم جس جدیدہ یحکم  
 ذالک بخاقیت، واما فی غیہ الامام انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بحسن  
 ائمر النبیین مواتہ لا فضل فیہ اصلاً عند اهل العلم (تمام لغویین ص ۱۲)

تہذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ اس عبارت میں تہذیر الناس کی  
 تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ بیان

کیا گیا ہے وہ تین عبارتیں سب قویٰ ہیں۔

۱۱ "معرض انشاء اگر باہر معنی جو رد کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا نام  
ہونا انبیاء و رسل اللہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں  
بھی کہیں آئندہ نبی ہو جب بھی آپ کا نام ہو جائے مستور باقی رہتا ہے۔"

۱۲

۱۲ "ہاں اگر ثابتیت یعنی انصاف ذاتی و صفت نبوت یہی ہے سب کا احساس  
ہو گیا تو اس نے عرض کیا ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو  
انفرادی طور پر بالحق میں سے مافوق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس  
صورت میں قطعاً انبیاء کے افراد غائب ہیں پر آپ کی نفی ثابت نہ ہوگی  
انفرادی طور پر ہیں آپ کی نفی ثابت نہ ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ  
نبوی مسلم ہو کر انہی نبی پیدا ہو تو میں نہ ثابت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

۲۳

۱۳ "بعد محمد و صلوات کے قبل عرض جواب یہ گزشتہ ہے کہ اول معنی نام انبیین علیہم  
کونے چاہئیں تاکہ تم جواب میں کچھ وقت نہ ہو رسول اللہ کے خیال میں تو رسول مسلم  
کا نام نہ ہونا یا معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و رسل کے زمانہ کے بعد اور آپ سب  
میں آخر آئے ہیں۔ میں گمراہی ہو کر پرسش ہو گیا کہ تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ  
تفصیلت نہیں چاہتا مگر ح میں دکن رسول اللہ و تمام انبیین و رسل اس صورت  
میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔" ۲۴

عبارت ۱۱ میں لفظ خاتم میں تم کو میں معنی میں توجہ نہ کر کے یہ کہا گیا کہ "اگر بالفرض  
آپ کے زمانہ میں بھی کہیں آئندہ نبی ہو جب بھی آپ کا نام ہونا باقی رہتا ہے۔" وہی معنی

ہو رہا ہے توجہ نہ کرتے ہیں آئندہ ایسے معنی ہیں جنہیں اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے نہ کرنا چاہئے کسی نے توجہ نہیں کیا۔

## اعتراض غلط ہے

آپ کا یہ امر ہونے کا تمام الحزم میں میں مختلف معنیات سے بے ترتیب تین نام تمام  
قرآن کریم کے کراہت ہی فقر و نفاذ الا انشاء غلط ہے۔ ہم نے محمد و انکس کے وہ منہل بے ترتیب  
فقرے مختلف معنیات سے مختلف صورت میں نقل کر دیے ہیں اور ساتھ ہی زمانہ عبارت بھی  
نقل کر دی ہے تاکہ ہر فقرہ کا تمام یا ناقص ہونا اچھی طرح واضح ہو جائے نیز ان کے معنیوں کا  
وہ خدا سے بھی ذہن نشین ہو جائے کہ تمام الحزم میں بیان کیا گیا ہے۔

تینوں فقرے مستقل ہیں | ہر صفت مزاج آدمی محمد و انکس کے منقولہ بالا میں  
کو رد کر کے یہ نیکو کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ تینوں مستقل

فقرے ہیں۔ ۲۵ "والے فقرے کلمات و درجہ مطلب ہے ہذا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے زمانہ میں بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تب بھی حضور علیہ السلام و الصلوٰۃ کے خاتم الانبیین ہونے  
میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" بالفرض "کے لفظ سے" پیدا "ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔ کیوں کہ پہلے  
انبیاء میں کسی نہ کسی نبی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ انکس میں ہونا تو امر واقعی ہے  
یہی صلی اللہ علیہ السلام۔ اور واقعی کو "بالفرض" سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا اس لئے زمانہ نبوی  
میں کہیں کسی آئندہ نبی کا ہونا مطلقاً "ہونے" کے معنی نہیں دیتا بلکہ پیدا ہونے کے معنی پر  
ولایت کرتا ہے۔ غلطی ہے کہ یہ ایک مستقل فقرہ ہے۔ جسے مستقل فقرہ میں صاحب تفسیر لکھا  
سفر بیان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی | ۲۶ "والے دوسرے فقرے کا واضح اور

روشن مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اگر کوئی جدید بنی مبعوث ہو جائے تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم النبین ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ بھی ایک مستقل مفہوم ہے، جسے مکمل عبادت میں صاحب تحفہ الرائس نے بیان کیا ہے۔

مسئلہ دوسرے فقرے کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ "تاخیر زانی میں منافقت ماننا اور قائم النبین کے معنی میں نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں عوام کا خیال ہے سمجھا کر لوگوں کے نزدیک اس میں کچھ نفیست نہیں لہذا یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی صحیح ہوں تو تمام صحابہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم النبین فرمانا غلط ہو جائیگا" یہ معنی بھی مکمل ہے جسے مستقل عبادت میں لکھا گیا ہے۔

### تیسری عبارتوں کا مطلب

ان تینوں عبارتوں اور ان کے واضح مطالبہ کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد یہ کہنا کہ نامکمل آؤدبے ترتیب فقروں کو چونکہ کفر بمعنی پیدا کئے گئے ہیں سراسر غلط اور زیادتی نہیں تو ادر کیا ہے؟ تحذیر انسانی کہ ان تینوں عبارتوں کو ترتیب سے پڑھا جائے یا بے ترتیب۔ ایک عبارت کو پڑھا جائے یا قبول کرے۔ ہر ایک کا وہی مطلب ہو گا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ آؤدبے تینوں عبارتیں اسلام کے تین اصولی عقیدوں کے خلاف ہیں۔

۱ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی کسی نبی کا پیدا ہونا اسلامی عقیدہ کے منافی ہے مگر تحذیر الرائس کی پہلی عبارت میں صاف مذکور ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں آؤدبے پیدا ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا یکسو ہوتا رہتا ہے۔ مس ۳۱

۲ دوسری عبارت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ "ہذا اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو میری مخالفت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ مس ۳۲" حالانکہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے پیدا ہونے سے مخالفت محمدی میں ضرور

فرق آئے گا۔ حضور کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا اسلام کے بنیادی عقیدہ کے قطعاً مخالف ہے۔ ۳۳ تیسری عبارت میں بھی صاف صاف مذکور ہے کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا یقینی ہے کہ آپ کا زمانہ خاتم رسالت کے زمانہ کے بعد آؤدبے سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخیر زانی میں بالذات کچھ نفیست نہیں، پھر مقام حدیث میں دیکھیں رسول اللہ و قائم النبین فرما اس صحت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے (۳۴)

ہر مسلمان قطعاً یقیناً جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا بلاشبہ اسی معنی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خاتم رسالت کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ یہ عقیدہ اور اسی طرح پہلے دونوں عقیدے اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہیں جن کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

۱ غلط فہم پر الزام غلط ہے ہم نے واضح کر دیا کہ اہل حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ انہوں نے تحذیر الرائس کے تین نامکمل غیر مرتب فقروں کو لاکر ایک کفر بمعنی پیدا کر دیا۔ بخلاف صاف دیکھنے والا فوراً کہے گا کہ یہ الزام وہ دن بے فروغ ہے بلکہ تحذیر الرائس کی ہر عبارت اپنے معنی میں مکمل اور مستقل ہے۔ آؤدبے میں سے ہر ایک عبارت اسلام کے اصولی اور بنیادی عقیدہ کے خلاف غیر اسلامی نظریہ کا حامل ہے۔

۲ دوسرا اعتراض اور اس کا جواب عام الحزمین کی عبارت پر دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ تحذیر الرائس کی عبارت یہ ہے

کہ "اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخیر زانی میں بالذات کچھ نفیست نہیں" لیکن عام الحزمین میں اس کا عربی ترجمہ یوں کیا گیا کہ "لا فضل فیہ اصلاً عند اہل العلم"

۔ بالذات ۔ کا لفظ انا یا گیا جس سے تخریر اس کی عبارت میں کفری معنی پیدا ہو گئے۔ مگر اگر اس کی  
کرنے والوں نے یہ نہ دیکھا کہ اس کی تخریر اناس میں اسی عبارت کے آخر میں یہ بھی موجود ہے، کہ  
”پھر مقام مدح میں لیکن رسول اللہ و خاتم النبیین و اناس صرحت میں کیوں نہ کر مع  
ہو سکتا ہے؟“

اس کا صاف اور مزید مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کا سب سے آخری نبی ہونا مسلمانانہ  
اس کا لازمی نتیجہ کی اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصفت مبارک میں  
ہونے کا انکار ہوا۔ ایک عام انسان بھی جانتا ہے کہ مقام مدح میں ذکر کرنے کے لئے کسی وصفت کا  
مضنی فضیلت ہر کا کافی ہے۔ عام اس سے کہ وہ بالذات ہر بالعرض ۔ دیکھئے تا فوری صاحب  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مساوی تمام انبیاء علیہم السلام کی عزت کو بالذات نہیں بلکہ بالعرض  
عانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ان کے وصفِ عزت کا ذکر مقام مدح میں جا بجا وارد ہوا ہے۔  
جس کا انکار تا فوری صاحب بھی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ مقام مدح میں کسی وصفت کے ذکر کی  
صحت اس کے بالذات فضیلت ہونے پر موقوف نہیں۔ بلکہ مطلقاً فضیلت ہر تا بھی صحت کر  
سکتے کا کافی ہے۔ جب تا فوری صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہر بالعرض  
عوام کا خیال ہے اور وہ اس صحت میں یعنی خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہونے کی تقدیر پر لفظ  
خاتم النبیین کو مقام مدح میں بیان کئے جانے کو صحیح نہیں مانتے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کی وجہ  
میں بالذات کا لفظ بالکل نہیں اور یہ معنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے  
میں ان کے نزدیک کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ وہ وہ آخر النبیین کے معنی  
میں لفظ خاتم النبیین کے ذکر کو مقام مدح میں بالذات صحیح قرار دیتے۔ یہ اولاً عدم صحت اس  
حقیقت پر آنا ہے کہ یہ وارد شدہ دلیل ہے کہ صاحب تخریر اناس کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے آخری نبی ہونے کی کوئی اصلہ فضیلت نہیں۔ لہذا اظہر نہ ہو۔ اللہ علیہ نے ان کی

اور عبادت کا جو مطلب عربی میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ انہوں نے تخریر اناس کی  
ہر عبارت کے مطالب و معانی کو نقل کیا ہے۔ الفاظ و کلمات کی نقل کا سامع العربین میں کسی جگہ  
دعویٰ نہیں فرمایا۔ اگر کوئی شخص سامع العربین میں نقل الفاظ کے دعویٰ کا مل ہے تو وہ اس پر دلیل لائے  
ہم پورے فرقہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ نقل الفاظ و کلمات کا دعویٰ ثابت نہ کر سکے گا۔ اور بالعلم  
سے محض نہیں کہ نقل بالسنی کے لئے الفاظ و کلمات کو عربی نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں۔ لہذا اصحاب العربین  
میں بالذات کا لفظ نہ ہر بالعرض نہ خیاں پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

خصرت کہ سامع العربین میں تخریر اناس کی مختلف مقامات سے جو تین عبارتیں نقل کی گئی  
ہیں وہ تمام فقرے نہیں ہیں بلکہ مستقل عبارتیں ہیں پورے پورے جیسے ہیں اولاً میں سے ہر ایک  
جملہ برائے خود ایک غیر کمالی عقیدے کو بیان کرتا ہے۔ ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے  
مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وصف نبوت بالذات بالعرض  
اور ختم والی و زمانی

اماری اُمت سل کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے حق میں ختم زمانہ کے معنی تو ظاہر ہیں کہ حضور علیہ السلام  
تمام انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تشریف  
لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سب نبیوں کے بعد ہوا۔ تا فوری صاحب اس ختم زمانہ میں کو  
فضیلت نہیں مانتے حتیٰ کہ مقام مدح میں اس کا ذکر ان کے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ تخریر اناس  
کی عبارت سے ہم نقل کر چکے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ جس نبی اللہ تعالیٰ اپنا  
چتر زمینوں میں کچھ خاتم النبیین

ترجمہ کر کے بعد اس کی تفسیر کہتے ہوئے ہمارے  
مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیہ چھ زمینوں میں جو خاتم النبیین  
تا فوری صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے کہ اس کے چتر نبی اللہ تعالیٰ کے دو وجہ سے آگے کر کے



”وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کے مخالف قرار دیتا ہے کہ اس آیت میں ”و خاتم النبیین“ کے معنی مہدی امت کے نزدیک ”آخر النبیین“ ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت نبوی کا زمانہ سب نبیوں کی پشت کے بعد ہے اور یہ امر یہی ہے کہ جس طرح ”قبلیت“ ”بعدیت“ کے معانی ہے اسی طرح ”معیّت“ بھی ”بعدیت“ کے معنی ہے۔ لہذا کسی نبی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مبعوث ہونا دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ”یعنی“ ”آخر النبیین“ ہونے کے خلاف ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقام مدح میں وصف مدح کا معدون کے ساتھ خاص ہونا ضروری ہے جب اثر کر کے صحیح مان کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزید یہ خاتم النبیین تسلیم کرتے تو ”خاتم النبیین“ ہونا نہایت رسولی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خصوصی نہ رہا۔ لہذا اگر یہ دو لفظ رسول اللہ تمام نبیوں کا بعد و خاتم میں سے واحد ہو گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک

ایک نیاراستہ: نبوت کی تفسیر  
یا اس کی ایسی تاویل کی جائے کہ مذکورہ بالا دونوں خرابیوں کا افسار چھوڑتا، جیسا کہ عقیدت مندین نے کیا ہے، لیکن مصنف محمد بن ابی اس نے ایک نیاراستہ نکالا۔ آخر مذکور کی بجائے آیہ قریمہ ”وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کو اپنی تائید ثابت خاصہ کا توشہ پیش بنایا۔ وصف نبوت کے ”بالذات“ اور ”بالعرض“ کی طرف تفسیر کیا۔ دیکھتے وہ کہتے ہیں:۔

”آپ مبعوث بوصف نبوت بالذات ہیں اور رسول آپ کے اور نبی

مبعوث بوصف نبوت بالعرض ہیں۔“ (تحدید الناس ص ۶)

اور آریہ کریم ”وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کے معنی بیان کرتے ہوئے صحت کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا یا نبیوں کے آپ کا زمانہ انبیائے سابقین کے زمانہ کے

بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، عوام کا خیال ہے۔ بنائے خاقیت تاخروانی کے بجائے نبوت بالذات کو قرار دیا۔

نبوت بالذات کو بنائے خاقیت  
توصف نبوت بالذات کو بنائے خاقیت  
قرار دینا باطل ہے۔ اس اجمال کی تفسیل

یہ ہے کہ وصف ذاتی اور اسلی وصف عرضی اور غیر اسلی سے افضل ہوتا ہے۔ لہذا ذاتی نبوت عرضی نبوت سے افضل قرار پائے گا۔ جیسا کہ خود صاحب تحفہ النکس نے تسلیم کیا ہے۔ اس تقدیر پر نفس نبوت میں تفسیل کا قول کرنا پڑے گا۔ جو قرآن و حدیث اور علمائے امت کے مسک کے معنی ہے۔ دیکھتے قرآن کریم میں ہے: ”لَا خُفْرَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ“ اس آیت کریمہ میں عدم تفریق میں حیث الثبوت والرسالہ ہے۔ دونوں معانی پارہ دو حصہ میں ہے:۔  
”لَا ان التفریق عدم التفریق من حیث الرسالۃ دون سائر الخیثات اھ  
اور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۹۹ میں ہے،

”بل معنی الآية لا تفرق بین احد من رسله وبين احد

من خبره في النبوة“ ۵۱

اور ابوالسود بہاش الکبیر جلد ۲ ص ۵۴۳ میں ہے،

”لا تفرق بین احد من رسله..... لان التفریق عدم التفریق

من حیث الرسالۃ دون سائر الخیثات الخاصہ“ ۵۱

نبوت اور رسالت میں ذاتی و عرضی  
کی تفریق باطل ہے۔  
مفسر کلام کی عبارت کی روشنی میں آیہ کریمہ کا مفہوم صاف عہد پر واضح ہو گا کہ نبوت اور رسالت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق اللہ

اس بنا پر ادما سے تفخیر قطعاً باطل ہے۔

**نفس نبوت میں تفخیر ممنوع ہے** | اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔  
کہ نفس نبوت میں تفخیر ممنوع ہے۔ دیکھئے حدیث

شریف میں وار ہے،

« لا تخبرونی عنی من عندی (مروء عن ابی ہریرہ جندی

جلد اول جزو ۱ باب المصنوعات ص ۳۵۵ )

یعنی شریعہ بخبرائی میں ہے،

« الخاصات تفرعن النفس الذیة لانی ذوات الانبیاء

علیم السلام وحمم رسالتهم وذلک انما یسمونہم وقت قال قتال

قلت المرسل وذلک یسمونہم علی بعض (عین جلد ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم)

اس حدیث کے تحت حافظ علامہ ابن حجر مقلد فی تحریر فرماتے ہیں،

« وقیل انہ من النفس الذیة اما ہو فی حق النبوة نفسا العقولہ

قتال لا یفترق بین احد من رسلہ ولم یشہ عن تفخیر

بعض الذوات علی بعض فتقولہ قتال انما یشہ المرسل فضلت

لہم علی بعض ۱ « وقیم المادی جلد ۲ ص ۳۰۳ طبع مصر

علامہ سلا فی بھی شریعہ بخبرائی میں حدیث « ما ینبئ احد ان یقول غیرا

من ابن من کے تحت اسی الفاظ میں رقمطراز ہیں، دیکھئے قتال فی کتاب التفسیر

سورہ صافات جلد سابع ص ۳۱۵

۱ « ای نفس الذیة اذ لا یفترق عن فیہا فہم جنس المبین افضل من

جنس کما ہر مقرر ۱ »

بیزاری صغیر پر اثر ملنے کے بعد لڑتے ہیں،

ونفس الذیة لا یفترق فیہا اذ کلہم فیہا علی حد سواء کما مر

اسی طرح بخبرائی شریف جلد اول ص ۳۱۵ باب وفات موسیٰ علیہ السلام کے حاشیہ میں حدیث

« لا تخبرونی عنی من عندی پر مرقوم ہے،

« قولہ لا تخبرونی عنی من عندی « وقیل انہ من النفس الذیة

ہو فی حق النبوة نفسا العقولہ قتال لا یفترق بین احد من رسلہ

لا فی ذوات الانبیاء وحمم رسالتهم فتقولہ قتال انما یشہ المرسل فضلت

لہم علی بعض ۱

بیزاری بخبرائی میں حدیث « ولا تقول ان احد افضل من غیرہ من من » جلد اول ص ۳۱۵

پر مرقوم ہے،

« قولہ لا تقول ان احد افضل ۱ ای لا تقول ان احد احقر

من غیرہ من قتال فی نفس ولا افضل حلیہ بعدا من حیث النبوة ۱

دہا رات متقول کہ زرخشی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر سامنے آگئی کہ

ہمارے آفتاب نامہ رسل اللہ علیہ وسلم سے کہ حضرت آدم علیہ السلام تک کسی نبی کی نبوت

میں دوسرے نبی کی نبوت کے باقی کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ نہ کسی نبی کا وصف نبوت کبھی

دوسرے نبی کے وصف نبوت سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔ « لا یفترق فی الذیة « نفس نبوت

میں قطعاً کوئی تفخیر نہیں، الذیة ذوات انبیاء کے رسل وعلیہم السلام میں

شخصیات کی بنا پر ضرور تفخیر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ تک الذیل فضلت لہم علی بعض

لہذا صاحب تذکرہ افاضائے ایشہ مذہب مجدد کی عمارت جس بنا پر تمام کی حق وہ بنیادی

نظم ہو گئی، اب عمارت کی ایسا کوئی دستور ہو سکتی ہے؟

## ایک اعتراض کا جواب

آنحضرتؐ فرمادیں کہ میں اپنا اہل کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا قیام خداوندوں کا شوق علیہ وسلم ہے کہ کسی کا کوئی کمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بغیر نہیں ہوا اور نبوت ہی کمال ہے۔ وہ حضور کے واسطے کے بغیر کسی کو کون کون سا کہتا ہے؟ لہذا انا پر ہے گا کہ میری کو وصف نبوت جو اسطرح کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دیا گیا اور بالذات اور بالعرض سے یہی مراد ہے۔

اس کے جواب میں گواہی کروں گا کہ یہ ایک عجیب قسم کا منطوق ہے جس سے جہاں تو متاثر ہو سکتے ہیں مگر ذی علم انسان کی نظر میں اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ تا تو قری صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوفت فرمایا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے تفسیر انسانی میں لکھا ہے:

”تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوفت بالعرض کا قصہ موصوفت بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی موصوفت بالعرض کا وصف موصوفت بالذات سے منکسب ہوتا ہے۔ موصوفت بالذات کا وصف جس کا ذاتی جزا اور غیر منکسب نہیں ان غیر جزا لفظ بالذات پر سے معلوم ہے کسی غیرت منکسب اور مستوا میں ہوتا ہے۔“

تفسیر انسانی ص ۵۳

”العرض یہ بات وہی ہے کہ موصوفت بالذات سے آگے مسئلہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کہنے ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے۔“

تفسیر انسانی ص ۵۳

ایں دونوں عبارات سے متواتر ظاہر ہے کہ تا تو قری صاحب کے نزدیک وصف ذاتی سے وہ وصف مراد ہے جس پر وصف عرضی کا قصہ ختم ہو جائے جیسا کہ انہوں نے خدا کے لئے

کسی اور خدا کے نہ ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔

لیکن اہل سنت کے نزدیک اصول کمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جوئے سے یہ وجہ نہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر کمال کے حصول میں واسطہ بنی ہوا نہ نبوت ہوا غیر نبوت حق کو حصول ایمان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ بنی۔ تا تو قری صاحب بھی اس کے قابل ہیں چنانچہ انہوں نے تفسیر انسانی میں اتقان فرمایا:

”اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو

اور عرض میں بالعرض۔“ تفسیر انسانی ص ۵۳

مگر آج تک کسی نے نہیں کہا کہ خدا کا ایمان، عقل، حمل، الیقان، ہدایت و تقویٰ کا مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی خاص نہیں جزا نہ صالح نہ شقی نہ مجتہد۔ العباد باللہ بکفر نہ سب اصناف و کمالات اس میں جاری ہیں اور آئمہ بھی جاری ہیں۔ لہذا نبوت کے جاری نہ ہونے کی یہ وجہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دور گرد قیام علیہ السلام میں اس وصف کے عرض ہونے کی وجہ سے موصوفت بالعرض کا مسئلہ موصوفت بالذات پر ختم ہو گیا۔ بلکہ بعض اسی سے کہتے ہیں کہ ”وہی رسول اللہ و خاتم النبیین“ اور اسی طرح ایمان و ہدایت و تقویٰ و غیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد النہیں ہونے پر ولایت تقیہ کے ساتھ والی ہیں۔ و نہ اگر وصف ذاتی کی بنا پر نسبت مسطور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اللہ ص ۵۳ پر مسئلہ نبوت ختم ہونے کی قابل ہوتی تو اسے بقیہ تمام اصناف کو بھی اسی اتمام ذاتی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرنا یا یقین اس امر کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہے کہ نبوت کے ساتھ ایمان و الیقان، عقل و ہدایت و تقویٰ و غیرہ تمام اصناف جزو یکہ سب کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صلاوات نہ کوئی خاص ہے نہ شقی نہ صالح نہ عالم کیوں کہ موصوفت بالعرض کا قصہ موصوفت بالذات پر ختم ہو گیا۔ مگر اسی پر





[illegible]

بعد ازاں اس کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ کدول مسنی خاتم النبیین صوم  
کرنے چاہئیں کہ انہیں جواب میں یہ وقت نہ ہو سو وہ اس خیال میں کہ وہ اس  
بھلے اللہ علیہ وسلم کا خادم بن جائیں سمجھے کہ آپ کا زمانہ قبیلے سابق کے بعد  
ہے آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر انہیں یہ بد فہم ہے کہ تقدیم یا تاخر زمانی  
میں الذاات کی خصوصیت نہیں پھر مقام مدعی میں دیکھیں رسول اللہ و تمام نبیین  
فرمانہاں صحت پر کیا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ اہل گمراہی وصف کراوصاف  
مدعی میں سے نہ کہئے انہیں تمام کو مقدم سے قرار دینے کی نسبت فحاشیت باقبا  
تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل کاسم میں سے کسی کو یہ  
بات گزار نہ ہوگی کہ اس میں ایکے کو تھوڑا کیا جانب تقدیم یا تاخر کا وہاں کا وہاں  
ہے۔ تاہم اس وصف میں اذوقہ و قاضی و نخل و زنج و صوب و نسب و  
سکونت و غیرہ اوصاف میں ہی کو ترتیب یا ترتیبی میں یہ کہہ دینا نہیں بلکہ اپنی  
ہے۔ جواس کو ذکر کیا اور اس کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ مثل اللہ علیہ وسلم  
کی جانب تقدیم کا تمکک احتمال ہے کیونکہ ان کی کمال کے حالات کا ذکر کیا کرتے  
کیونکہ ایسے لوگ اس کے قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔ انہما نہ بدو

تاریخ کو دیکھ لیجئے۔ باقی بقول قتال کو ان آخری دن تھا اس نے سید باب اسحاق علیہ السلام کی عزت کیا ہے۔  
چونکہ جو سنی دعوے کے خلاف کو گرا کر دیے گئے۔ البتہ فی حدوۃ تعالیٰ میں تھا ہے۔ پر جہل و کفر کا سلسلہ  
ابا احمد بن دجا گم اور دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مناسب تھا جو ایک دوسرے کو کھٹکتے  
کیا اور ایک کو مستحکم مٹا اور دوسرے کو مستحکم قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے دلی اور  
بے ادبائی منکر کے کام میں تمام عقلمندانہ مشورہ نہیں۔ مگر سید باب مغربی تھا اس کے لئے یہی سبب کافی  
تھے۔ مگر سید باب غایت پر ہے جس سے تاخر مانی اور سید باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے  
اور افسانہ نبوی و بالا ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجراء کی یہ ہے کہ موصوف باطنی کا قدرہ موصوف  
بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف باطنی کا وصف بالذات سے کسب ہوتا ہے۔ موصوف  
بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا ضروری کسب ہی الخیر ہونا لفظ بالذات ہی سے معلوم ہے۔ کچھ غیر  
سے کسب اور مستند نہیں ہوتا۔ احمد بن حنبلہ کا نسخہ

اس عبارت میں صاحب تہذیب راناس نے مندرجہ ذیل غلطیاں کی ہیں جن کا اثر کتاب مضمونی  
آیت کے بالکل غلط اور اسلامی عقائد کے صریح منافی ہے :

تخذ الناس من مانتوی حساب کی غلطیاں

غلطی! تا تو قری صائب نہ ایک ایسی روایت کی عبادت میں جس کی صحت مشنیں  
کی انگریزوں محل غریبہ اور اس کا ظاہر مفہوم بھی ایسا قرآنیہ کے اجماعی حقیقہ کے خلاف ہے ۔  
کلام الہی میں تا و طاعت فاسدہ کہیں ۔  
غلطی! قرآن میں صلفہ نامہ القہن کے معنی قرآن البین مراد لینا اور اس کو خیال بتایا ۔

غلطی ۳۰ اہل ایم کے نزدیک تاخر زمانی کے وصف کو اس قابل نہ مانا کہ اسے مقام میں  
میں ذکر کیا جائے۔

غلطی ۳۱ تاخر زمانی کی تقریر پر یہ کر کے کہ وہ لفظ میں کو غیر مراد اور "ا" کو  
غیر مراد قرار دیا۔ چنانچہ لفظ کے کلام مجملہ میں مستور نہیں۔

غلطی ۳۲ ایک کریم میں لفظ تمام النبیوں کو میں آخر انبیاء تسلیم کر کے ہر اللہ تعالیٰ کے  
حق میں مساوات اللہ زادہ کو لہذا وہ ہم پید کیا۔

غلطی ۳۳ آیت کریمہ میں لفظ تمام النبیوں سے آخر انبیاء مراد لینے کی صورت میں معاذ اللہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال قائم کیا۔

غلطی ۳۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف آخر النبیوں اور اگر اوصاف تمام حسب نسب  
اور مکونت وغیرہ میں کوئی فرق نہ مانا گیا تا تو قوی صاحب کے نزدیک آخر النبیوں جو ہے  
کہ وصف اللہ و اہل بیت پر بھی یا کسی دینی جو ہے کہ صفت میں مساوات کوئی فرق نہیں مانا کہ  
بشمیل قریشی یا کسی دینی جو ہے کہ صفت تو بعض مشرکوں کو اور منافقین کے لئے بھی ثابت حق  
گزارے کہ اور جو تا تو قوی صاحب کو ان اوصاف اور تمام النبیوں جو ہے کہ صفت میں کوئی فرق  
نہ نہ آیا۔

غلطی ۳۵ آیت کریمہ "و لکن رسول اللہ و تمام النبیوں" میں بنائے غایت ختم زمانی  
کو قرار دیا اور تاخر زمانی کو بنا کر غایت تسلیم نہ کیا۔ مانا کہ محمد رسالت سے لے کر آج تک  
کبھی نہ مقرر نہ تاخر زمانی کے سوا کسی اور نبی کو بنائے غایت ختم زمانی قرار نہیں دیا۔

غلطی ۳۶ نبوت کو بلا واسطہ اور بالواسطہ کی طرف تقریر کیا۔ تا تو قوی صاحب کی  
یہ آیت پر ہی برأت ہے جو وہ سورہ بقرہ میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔

غلطی ۳۷ تا تو قوی صاحب کے نزدیک کلام الہی و لکن رسول اللہ و تمام النبیوں کا

سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاخر زمانی کے بیان کر کے کہ نہیں ہوا بلکہ سورۃ کلام  
خاتمیت و آخر کے لئے ہوا جس کا مفاد یہ ہے کہ آیت کریمہ و لکن رسول اللہ و تمام النبیوں و اولیاء  
صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیوں جو ہے کہ معنی میں نہیں۔

غلطی ۳۸ تا تو قوی صاحب کے نزدیک ختم زمانی کے لئے تاخر زمانی لازم ہے بلکہ  
یہ بات بجا پیش باطل ہے۔ جیسا کہ انتہا باطل اس پر تسلیم کی جلتی گئی۔

غلطی ۳۹ تا تو قوی صاحب نے آیت کریمہ و لکن رسول اللہ و تمام النبیوں کی تفسیر  
کر کے جو ہے ختم زمانی کیا اور وہ تقریر کہ میں کی طرف غلط فہمیت میں سے کسی کا نہیں  
مشکل نہ رہا تھا۔

غلطی ۴۰ تا تو قوی صاحب کے نزدیک ختم زمانی کے مقابل میں ختم زمانی حنفیہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے۔ ختم زمانی نہیں۔

غلطی ۴۱ اس بحث میں تا تو قوی صاحب نے ایک دوسری کی ذیل بیان کرتے  
جو ہے مشرک لکھا کہ۔

"انبیاء اپنی اہانت سے اگر متاثر ہو جاتے ہیں تو معلوم ہی میں متاثر ہو جاتے

ہیں باقی داخل سوا میں ہیں ان اوقات بظاہر اپنی مساوی ہو جاتے ہیں  
بلکہ جرحہ بھی جلتی رہی۔

ان عبارت میں تا تو قوی صاحب نے انبیاء و صلحہ السلام کا پہلا اہانت سے متاثر ہونا  
صاف بیان نہ فرمایا ہے۔ باقی عبارت میں ان اہانت کے مساوی ہونے کے بلکہ جرحہ ہونے  
کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور لفظ "بظاہر" محض بظاہر ہے۔ کیوں کہ لفظ "ہی" کے ساتھ  
حصر ہو چکا جس میں مساوات کے معنی نفی ہوتا ہے۔ لہذا اس کے معنی میں اسے اہانت کا اہل کی ہو چکی  
اب لفظ "بظاہر" سے کیا فائدہ رہا۔ یہاں یہ لفظ "بظاہر" ایسا ہی بھل اور بے معنی ہے

یہ کہ اس کی مبادی میں لفظ "بالذات" ہے سنی اور مسل تھا۔

ہیں الزام دینے والے اپنے  
مخبریاں میں مشر ڈالیں۔

مگر ہم پر الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاتھ میں حدود شرعی کتاب و سنت کے ارشادات  
اور احکامات سے بہت زیادہ بزرگ و بڑا ہے کہ وہ یا کرتے ہیں۔  
اور کہیں اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ قرآن و حدیث و مکتوبات صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فیصلہ  
کیا ہے۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں حدود الزام قرار دینے والے خدا اپنے گریبانوں میں منہ  
ڈال کر دیکھیں کہ ان کے سب سے بڑے مقتدا و بزرگ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الخیرات و انما تو قری مساب  
نے کیا عمل کیا ہے۔ یہی مسئلہ ایسا ہوتا ہے کہ تہذیب و انانیت دقت و تاؤ قری صاحب کے پیش نظر  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کے آفات سے زیادہ اچھے کمال ملے گا کہ اختیار تھا۔ جس کا نتیجہ  
ان الفاظ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پرستانہ ان تہذیب کے اس ادعا سے اختلاف کرنے کی بھی  
کوئی ضرورت نہیں کہ تاؤ قری صاحب نے۔ یہ سلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال فضل و کبریا کے  
کی غرض سے لکھا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ عرض پوری بھی ہوئی یا نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ بزرگ  
یہ عرض پوری ہی نہیں ہوئی۔ تاؤ قری صاحب نے اپنے قیاسات کا سودا کیا و فضیلت بچا ہے۔

جس کی بنا پر حق ذاتی کی دور از کار تاویل میں انہیں باکیا پڑا اور نبوت کی تعمیر بالذات اور بالقری  
کی جرات و علم پر وہ مجبور ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ فضیلت صرف اسی وصف  
میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موجب فضیلت قرار دیا۔  
قرآن و حدیث کو تاکہ بار بار یہ بات حق ذاتی اور نبوت بالذات کا کوئی ذکر آپ کو نہ ملے گا۔ نہ  
حدود و مبادی سے کہ کہیں ملک میں مفسد و محدث یا مشغول و مجتہد نہ ان باتوں کا ذکر کیا۔ میں چیت  
گو قرآن و حدیث اور مکتوبات صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت قرار نہیں دیا۔ تاؤ قری صاحب اسے حدیث

اور نہ اسے حمایت قرار دیتے ہیں یہ کتاب و سنت و ارشادات مکتوبات صلی اللہ علیہ وسلم سے انکس  
نہ کہ جسے حدود و مبادی سے تجاوز نہ کیا انہیں قرار دیا ہے؟

تعمید و التماس کی چوہ غلطیاں  
دیکھنے سے مدغم اور گتے اضافہ نکلیں گے۔ اسی کے بعد فرما

پراس کے مناسب فنی و فنی کا تہذیب عالی ہے تعصب جو کر سکتا ہے۔

غلطی مسیبر  
انکس تعلیق میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فیصلہ

روایت کو اگر مصلح مان لیا جائے تب بھی وہ ایک غلطی قول ہوگا۔ جو آریہ بزرگ  
و جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر میں کے منافق ہے اور آریہ کو یہ قس ہے غنی کی صحت کو  
برقرار رکھنے کے غلطی میں تاؤ قری کرنا کہوں کہ جائز ہو سکتا ہے۔ چہ تاویل بھی ایسی جانتہاں  
دیکھ بکھ و لیا تعصب کے دلائل غلط کے بالکل مخالفت

محققین جو فنیہ کی تاویل  
محققین جو فنیہ نے ہیں روایت مذکورہ کو قول خداوندی "و لکن

کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن خداوندی کی تاویل کو جائز نہیں دیکھا کیس روایت میں تاویل کی  
اور اسے عالم شہادت کی جگہ عالم شہاد پر محمول کیا اور یہ کہ اس آدم، نور، ابراہیم، یحییٰ  
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء کا بقید چھ زمینوں میں جو اناس روایت میں مذکور ہے وہ ہماری اس  
زمین کے آدم، نور، ابراہیم، یحییٰ و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء میں و ایک دوسرے کو نہیں  
کہوں تہہ میں کے حق تعالیٰ متاثر ہیں۔ اور یہ کہ یہاں کات حوت تشبہ نہ ہے جس کا کہیں گشت و شمس  
ہیں کات کے بارے میں ایک قرآنی اس کے نام نہ ہونے کا کتب کو بھی مذکور ہے۔ مگر تاؤ قری صاحب  
کامیابی حوت میں کو نظر نہ کرنا متصور تھا۔ اس نے انہوں نے غلطی کے متاثر میں غلطی کو اپنی تاویل سے  
کو تہذیب و مکتوبات صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی کے متاثر میں غلطی کو اپنی تاویل سے







پہنچ سکتا اور ناقوسی صاحب اس الزام سے ہرگز نہیں بڑا کئے تو ان کے حکام کی روشنی میں ان پر مائدہ جو تاجہ کیوں کہ ہم شہنشاہی عیال کی جلالت اور ختم النبوت فی اقلہ میں اس کے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ قائم البین اپنے ظاہری معنی پر مراد ہے اور اس سے بڑا کوئی شخص نہیں دیکھتی مراد میں جو یہ ہر لفظ سے سمجھ جاتے ہیں اور یہی حقیقت کا اعلان ہے معلوم ہو اگر میں طریح رقم البین کے معنی آخر البین ہو تاغلی اس ارجاع الی ام سے ہی طریح اس لفظ قائم البین کا آخر البین کے معنی میں منحصر ہونا بھی ماریا نیست کے نزدیک قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

یاد رہے کہ شہنشاہ شریف اور ختم النبوت فی اقلہ کی عبارت میں صریحاً نسبت الی تاریل اللہ ہے تو اس عبارت کی حیثیت غلط الفہم سے زیادہ نہیں کیوں کہ غایت کی تفسیر ختم نبوتی اور ذاتی کی عبارت آج کل کے معنی میں نہیں بلکہ لفظ قائم البین کی تاریل ایسی غایت ہے وائے کے ساتھ کہ کسی کے ذوال اللہ علیہ وسلم کے آخر البین ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ اگر دیگر فرقان سے بھی قائم البین کی مثال پیش کی ہے معلوم ہو کہ غایت وائے کی تاریل میں کوئی لفظ صاف نہیں داخل ہے۔ ان سب کی نفی اس صرح کے معنی میں یقیناً آگئی۔ لہذا ناقوسی صاحب پر جو الزام تمامہ بدستور باقی رہا۔

مولانا احمد حسن کانسوری اور علامہ الفرقان میں مولانا دوم علیہ الرحمۃ کی شہنشاہی شریف بجز العلوم کھنوی کی عبارت کا جواب

انہوں کا جواب یہی مشہور شہنشاہی شریف کی عبارت صاحب تہذیب کا اس کے بیان کئے ہوئے معنی قائم البین و قائم البینات کی تائید میں پیش کی ہے اور ثابت کرتے کی کوشش کی ہے کہ تائید و قائم البین کے معنی کو آخر البین میں منحصر سمجھنا غلط ہے چنانچہ الفرقان مجدد ص ۵ پر لکھتے ہیں۔

”علامہ کھنوی بجز العلوم و آخر البین کے رسالہ ”فتح الرحمن“ سے نقل ہیں۔  
مستقلہ فقرہ رسالت و جبر است کی انگریزی دی۔ سوال نہایت دیگر انداز  
شرح ان عام باشد۔ (داخل السواد ص ۲)

یہاں عرض ہے کہ اس عبارت میں لفظ قائم البین کے معنی صرح نہیں کیا گیا بلکہ وہ چھری کو ختم نبوت کا مقتضایا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب ”قائم البین“ کے معنی ”آخر البین“ ہوں گے تو اس کا مقتضایا یقیناً یہی ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی یا رسول کے نہ آئے کا مقتضایا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت دائم ہو۔ لہذا اس عبارت سے ناقوسی صاحب کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مشہور شہنشاہی شریف کے دو شعر دل کا جواب  
اسے دو شعر جو مشہور شہنشاہی شریف سے نقل کئے گئے ہیں قرآن کے معنیوں سے بھی صاحب تہذیب رائے اس کو کئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کوئی لفظ ”قائم البین“ کو معنی ”آخر البین“ ایسا عام کو قیال ہے نہ قرآن کے لفظ ”قائم“ کی تفسیر قائم ذاتی سے کہہ کر مولانا دوم کے اس شعر میں کہتے

بہر این قائم شدہ است ادک بجزو

نقل اسے ہر دستہ خواہ منہد بود

لفظ قائم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ تسبیح بیان کرتے ہوئے صرف اتنی بات فرمائی کہ اول اللہ اللہ اللہ مالہ اور ان میں روح پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بخشش اور کمال محبت کو ختم کر دیا اور روح پاک کے بعد نہ مالہ مالہ میں کسی کو یہ جو دو کمال دیا گیا اور قیامت تک وہاں رہے گا۔

فراموش ہے یہ بات واضح رہی ہے کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے لفظ قائم کو ختم ذاتی ہی

کے معنی میں لایا ہے کیوں کہ مرسوم

مثل اوستہ پرودے خواہند بود

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اوداع میں درجہ محمدی علیہ السلام کو اپنی بخشش اور کمال امت کی تعلیمات دینے کے بعد کسی کو یہ تعلیمات عطا نہیں فرمائی نہ آپ کے بعد کسی کو عطا فرمائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کا مثل ہوا ہے نہ ہوگا۔ یعنی اودہ مستقبل میں بعیدیت کے معنی تاخیر فرمائی نہیں قرار دیا گیا ہے؟

اب دوسرا شعر ملاحظہ فرمائیے۔

چونکہ در صفت پر و است و است و است

نہ تو گزنی خستہ صفت پر و کے است

پہلے شعر میں بھی برائی بات کہنے کے لئے مولانا علیہ الرحمہ نے اس شعر میں ایک مثال پیش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اپنے فن کا کمال رکھنے والے مستند و کوکبہ دنیا جانتے کہ یہ کمال تو پر حق ہے یعنی تمہارے سوا کسی کو نہیں دیا گیا ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال علمی و عملی میں گویا استاد کامل ہیں۔ اور یہ کمال حضور کو دینے والے کے بعد کسی کو نہیں دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل کمال کے خاتم ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر میں کسی حال کی کوئی جھلک پائی جائے یا کسی کے لیے کمال محمدی کا کوئی ایسا فیضان ثابت کیا جائے جس کا اثبات کسی دلیل شرعی کے خلاف نہ ہو تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات مقدسہ اس کا مہربان اور اصل منشأ ہے۔ اس معنی کو یہ تمہارا انکاس کے معنیوں سے دور کا تعلق بھی نہیں کیوں کہ یہاں خاتم کے معنی منقرضی مترادف تھا مگر یہ صرف نہیں کیا گیا نہ اس معنی میں کوئی ایسی بات ہے جو خاتم النبیین کے معنی منقرضی مترادف و آخر النبیین کی تعلیمات کے منافی

شاعرین شیعہ کی تصریحات حق ہیں

ہاں اس میں شک نہیں کہ مولانا احمد حسن صاحب کا مضمون بھی بڑا اشد علیہ دو دیگر شاعرین شیعہ و

اکابر دلائل اعلام نے بے شمار مقامات پر اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ کسی کو کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اس کے لیے اسما اللہ و سید نہ ہو۔ تمام تصریحات کتاب وسنت کی روشنی میں یقین و مصابح ہیں۔ لیکن اس سے غصہ مل گیا ہے علیہ وسلم کے تاخیر زانی یا اس کی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جملہات تحذیر انہاس کے کہ اس میں تاخیر زانی کو عوام کا خیال کیا کہ لفظ تمام النبیین کے مدلول قطعی کی تعلیمات کو مروج کر دیا گیا انہاس فرمایا کہ اگر مقرر رکھنے کے لئے کسی ولایت التشریعی کا سہارا لیا گیا، کبھی عموم و اطلاق کے ذریعہ سے الفاظ قرآن کی یکسوئی قائم کی گئی، کبھی معنی تاخیر کو نہیں اور اس تاخیر زانی و تہی کو اس کے لئے انواع و اقسام دیا گیا، کبھی شریک کا قول کیا گیا، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی نبوت کی تکفیر کے لئے اجماع کو بہادار ہونے لگا، غرض یہ سب پاؤں اس لئے پہنچے ہیں کہ ختم زانی کو اس دلیل آئہ کریمہ و کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہاس کے معنی منقرضی مترادف قرار دے دیا۔

قرآن صرف الفاظ نہیں

بلکہ معنی بھی قرآن میں ہیں۔

حالات کریمہ یہی ہے کہ قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ

معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ قرآن کے معنی مترادف بھی اسی طرح قرآن میں بھی اسی طرح الفاظ و معنی دونوں ہیں۔ یہی تاخیر زانی صاحب سے یہ تنگدہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تاخیر زانی تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی نبوت کی تکفیر و تکذیب و تکذیب نہیں کی۔ انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ مگر قرآن کے معنی منقرضی مترادف کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کچھ کو بے پانی پھر دیا۔ چنانچہ خاتمیت تاخیر زانی کے خلاف

اہدات پر دیکھا اصول طور پر ختم نبوت کی بنیاد رکھا ڈنا ہے خواہ لاکھ دفعہ حضور کے بعد بھی نبوت کی تکفیر کی جائے۔

**فضیلت نبوی کے دو بالا پر نیکیا جواب** | رہا یہ امر کہ تم میرا لٹاؤں کی وجہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دو بالا ہو جائے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو حق کے ناقص رہا ہے جسے دنیا اگر اس کی وجہ کو چھوڑ دے اور اسے اعراف ہی ایک ہفتہ زمین کے لئے منظور نام ہی کے اندر ہے کہ کسی بادشاہ کے لئے دس ایک لک کی ولایت ہونے سے چھ گھنٹ کی ولایت ہر تاج گار یا وہ فضیلت رکھتا ہے تو اس کو جواب یہ ہے کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رسول ہیں ان کو جواب کی نبوت اور صلہ کل مخلوقات کے لئے عام ہے تو بقیہ چھ زمینوں میں بھی اگر حضور بذات خود ہی تمام ہوں تو اس میں فضیلت اور بھی زیادہ ثابت ہوگی کہ باوجود ایک ہونے کے زمین کے ہر حصہ میں خود ہی تمام انبیاء پر کہ ان کو خود ہی حقیقی مدرس نے صوفیا کلام کے اس ملک کو توحید ہے۔ جسے ہم معتزب فیض الہی کے حوالے نقل کریں گے۔

**صاحب تحفہ پر کہ آیت قرآنیہ کے معنی میں تصرف** | صاحب تحفہ نے خاتم النبیین کے معنی میں تصرف کیا ہے اس کے تحت میں لکھتی آ رہی ہوں کہ یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ کسی صحابی کی حدیث فقیر نے حدیث یا حدیث کا کوئی قول اس کے تحت میں جو جو ہے۔ بلکہ نفس نبوت میں فضیلت کی نسبت ہم قرآن و حدیث اور اقوال و تصریح و تفسیر سے ثابت کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود صاحب کا نبوت کو بالذات اور بالعرض کا طعن تقریر کر کے اشراف اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں خاتمیت کے لئے عمل بیان کرنا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر آج تک

مردی اہمیت مسلمین سے کہی نہ نہیں کہے۔ "من اسعدت فی امرنا هذا العالمین من بعدہ" کا مصداق نہیں قرار کیا ہے۔

**ناٹوئی صاحب کا اعتراف** | ناٹوئی صاحب نے محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خود اعتراف کیا ہے کہ اس حضور کی معرفت رسول کا فہم نہیں پہنچا۔ یہ بات صرف میں نے کہی ہے۔ (مخلص) اگر انصاف سے دیکھا جائے تو کسی کا نام یہ حدیث ہے۔ اور رسول کو باوجود ہر معنی میں بکھڑا کر اپنے گربانوں میں منڈا ل کر دیکھیں۔ مولوی منظور احمد صاحب نے ناٹوئی صاحب **حدیث اتی عند اللہ تمام النبیین کا جواب** | ان تائید میں خاتم النبیین کے معنی خاتم الازلات ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل حدیث الفرقان میں لکھی ہے۔ "انی عند اللہ خاتم النبیین وان آدم لم یجد لہ فی طینہ لا یمن اللہ کے ان اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ جب کہ آدم علیہ السلام کا فہم صحیح تیار نہ ہوا تھا۔ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مولوی منظور احمد صاحب لکھتے ہیں:-

"ظاہر ہے کہ اس وقت ختم ذاتی کا امثال بھی نہیں ہو سکتا۔ ان اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصیت نبوت کے ساتھ بالذات ہر صورت یعنی خاتم ذاتی تھے تو خبر کی دشواری کے معنی میں ہو جاتا ہے:-

(الفرقان کا جواب) ۱۳۳ھ جو اب انگریزوں کے کہنا ہے کہ مولوی منظور احمد صاحب نے ان حدیث سے ختم ذاتی کا اور ثابت کرنے سے پہلے اپنے تحفہ الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی فخر الطیب اور ان کے تفسیر قرآن میں جرات استدلال نہ کرتے۔ ملاحظہ فرمائیے فخر الطیب میں ان کے مولانا تھانوی اسی حدیث عربی میں ساری کو لکھ کر ایک شبہ کہ جواب اپنے تفسیر میں اس طرح دیتے





نا تو قی صاحب کی توجیہ کا جواب

اقل اس کام سے نا تو قی صاحب کا مقصد  
ختم ذاتی کا اثبات ہے جس کے پیش نظر انہوں  
سے استدعاک اور دعوت میں انہیں کی توجیہ کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ "ماکان محمد  
ابا احدہن ربنا کم" سے جو دم پیدا ہوا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے متوی باب  
نہیں ہے اللہ تعالیٰ "و لکن رسول اللہ" فرما کر اس طرح فرمایا کہ وہ رسولی ہوئے کہ جو  
سے مرنے کے متوی باب ہیں۔ اس کے بعد قرآنی ثابت کرنے کے لئے "و فاقم الصلوات  
اور شاہ فرمایا اور اس پر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت مزید بیان کیا و علیہم السلام کہتے ہیں ثابت  
فرمادی۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ نا تو قی صاحب یہ مانتے ہیں کہ وہ فاقم الصلوات کا  
رسول اللہ پر ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کہ معصوم اور معصوم علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔ لہذا اس  
طرح فقہاء و علما اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متوی باب نہ ہونے کا دہم دہ کیا گیا ہے لی  
طرح فاقم الصلوات میں کلام سابق سے پیدا ہوئے والے کسی شبہ کو دور کر دے گا۔ کیوں کہ وہ  
میں برج دعوت مکن کے تحت ہے۔ لیکن اگر اسے ختم ذاتی کی دلیل ٹھہرا کر نا تو قی صاحب کی  
طرح یہ کہا جائے کہ وہ فاقم الصلوات نے انبیاء و رسل علیہم السلام کے لئے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی اہمیت متذکرہ ثابت فرمادی تو یہ تو یہ اس پر محض کوئی تفسیق نہ ہوگا۔ کیوں کہ ماکان محمد  
ابا احدہن ربنا کم سے انبیاء و رسل علیہم السلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے منہج ہوئے  
کا کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ چرچہ یہ ہے کہ قرآنی نہ ہو اس کے دور کرنے کے کیا معنی؟ یہ بات قابل  
غور ہے کہ ماکان محمد ابا احدہن ربنا کم سے دیکھ لے گا زمین انبیاء و رسل علیہم السلام کی طرف منتقل  
ہو نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے منتفی ہونے کا دہم  
کیوں کر پیدا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب کلام سابق میں یہ شبہ متصور ہی نہیں تو فاقم الصلوات سے اس

کے رخ کا قول کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

دلائل شرعیہ کی روشنی میں ہمارے نزدیک استدعاک  
ہمارے نزدیک استدعاک کی توجیہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے "ماکان  
محمد ابا احدہن ربنا کم" فرمایا تو اس کلام سے دو چیز پیدا ہوئے ایک یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کسی پر سے ہوتا ہے یا آپ نہیں تو دعوتی باب بھی نہیں ہو گئے۔ دوسرا یہ کہ کسی کے رسل کے لئے آپ  
کو دعوتی باب نہ ہونا آپ کے لئے موجب نقص ہوگا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ کسی مرد باطل کا باب  
زیر نا انقطاع رسل کا موجب ہے اور یہ عجیب ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزاد  
حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر اس میں واقعی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی کا  
"اجتر" کیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے کتب و صحیفہ منقطع الانس و بصری فرما کر یہ نازل فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ منہاجے اپنی نبی  
پاک کے باقی اور جاری رہنے کا اہم فرمایا۔ چنانچہ وہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے "و لکن رسول اللہ" سے  
دفع فرمایا۔ ہاں اہم کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ہر رسول اپنی امت کا دعوتی باب ہوتا ہے۔  
وہ دعوتی نہ ہونے کے باوجود بھی دعوتی باب ہیں۔ دوسرے دو کم "و فاقم الصلوات" کا کہہ کر فرمایا  
اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کے لئے دعوتی باب نہ ہو تاہم انہیں کے باعث نہیں بلکہ  
ان کے فاقم الصلوات ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر انبیاء ہیں مگر  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہے کہ اگر حضور اللہ کا کوئی نبی  
جہاں ہو تو وہ ضروری ہو اور اس کا نبی ہو نا ضرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فاقم الصلوات ہونے کے  
مقابل ہے۔ اس لئے ان کے دعوتی فاقمیت کا مقتضا یہی ہے کہ وہ کسی مصلی پر سے ہو کر دعوتی باب نہ  
ہوں اور یہ "عدم اہمیت" کسی نقص پر نہیں بلکہ اہمیت فاقمیت پر مبنی ہے جس کی تائید حضرت  
الحاکم ابوالوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث "فیصل ان یکون بعد علیہ صل اللہ علیہ وسلم

ہم ماضی ہندہ و لیکن لایہ جسدہ سے بھی ہوتا ہے جو کچھ ہندہ میں موجود ہے۔ دیکھئے ہندہ  
جلد ۲ ص ۹۱۲

اسی توجیہ کی بنا پر لفظ تمام انسبیب سے فضیلت نہایت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی عدم الہوت تک وہ آیت کی جہان سے نکلے پاک کے اجراء کی حکمت بھی معلوم ہو گئی۔

(ماکان تہ..... میں)

### استدراک کی دیگر توجیہات

ہماری اسی تقریر سے استدراک کی توجیہ بھی صحیح ہو گئی  
آہ صحت میں انجمن میں بڑی واضح ہو گیا اللہ کا حکم الہی  
میں بے بدل کا ہم بھی فرما اس کے بعد ہم تحقیق مزید اللہ کا توحی صواب کے روایت کے لئے  
آیہ کریمہ "ماکان محرابا" الیہ میں استدراک کی دیگر توجیہات کا مفصلہ ملاحظہ فرمائیے کہ کام  
سے نفی کر سکتے ہیں جو توحی صواب کے خود ساختہ توجیہ استدراک کے رد و ابطال اور تخریب و تفسیر  
کے ذریعہ کے تباہ کا کام دیتی ہیں۔ جس امید ہے کہ علوم قرآن میں گہری نظر رکھنے والے  
حق اپنے علم و بشمولہ و احوال و ملاحظہ فرما کر اس حقیقت کو تسلیم کریں گے کہ توحی صواب کی توجیہ  
تفسیر و احوال کے زیادہ و دست نہیں رکھتی۔ بقدر توجیہات حسب ذیل ہے، جسے ہم نے تفسیر  
روح المعانی پارہ ۲ ص ۴۲۴ تا ۴۲۵ سے لے لیا ہے۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ ماکان محرابا احد من ربنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رجال مائین  
کے ہر فرد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتے ہوئے حقیقت پر توحی صواب کی نفی فرمادی تو اس کام سے  
یہ شبہ پیدا ہوا کہ جب وہ کسی کے پاس نہیں تو کسی پران کی تعظیم و توقیر بھی واجب نہ ہوگی۔ اور  
افراد امت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت اور غیر غازی کا وجوب میں متفق ہو گیا۔  
اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے لیکن رسول اللہ فرمایا کہ رسول متقی باپ نہ ہونے کے باوجود  
میں واجب التعلیم و التوقیر و دست رسالت کی وجہ سے مجازی باپ انسانیت امت پر ناسخ آہ

اور شوق ہر تاسوہ۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ کام مائین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہوتے سے شبہ  
پیدا ہوتا تھا کہ جب وہ باپ نہیں تو شاید رسول بھی نہ ہوں۔ اس لئے کہ رسول کا امت کے لئے  
باپ ہونا شہد بات حق۔ اسی شہد کی وجہ سے ایک قول کی بنا پر موطا علیہ السلام نے اپنے قول ہوا  
بیان کیا میں اپنی امت کی مومنات کو مراد لیا ہے۔ بنا بریں نفی ہوتے سے نفی رسالت کا ہم پیدا ہوتا تھا  
میں کا معنی یہ تھا کہ رسول کے لئے باپ ہونا اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لیکن رسول اللہ فرمایا  
شبہ کو دور فرما دیا جس کا مفصلہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں سے پہلے ایک سے پہلے  
نہ ہونے کے باوجود بھی اللہ کے رسول ہیں۔

آہ اللہ تعالیٰ کا قول و ما کان تہ انہیں تو اس کی بھی  
تمام انہیں میں استدراک کی توجیہات  
حسب ذیل توجیہات علماء و مفسرین نے کی ہیں جو کچھ  
نہایت ہم اسی تقریر و روح المعانی پارہ ۲ ص ۴۲۵ سے چید ناظرین کر سکتے ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ تمام انسبیب فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال شفقت اور  
غیر غازی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ لیکن رسول اللہ کے ساتھ امت کے  
حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں ہوتے ہوئے کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ تمام رسولوں  
کی ہوتے ہوئے رفعت رکھتی ہے۔ جو انہیں ان کی امتوں کے حق میں حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں رسول  
کے بعد کوئی رسول ہوگا، بعض اوقات اس کی شفقت و نصیحت اپنی نایت کو نہ پہنچ سکے گی۔  
لیکن کوئی شخص ہے کہ وہ شفقت و نصیحت علی الامم کے واسطے میں اپنے بعد میں آئے دوسروں  
پر بھر دے کر سکے، جیسے کہ تحقیق باپ شفقت علی الاولاد سے متعلق بعض امور پر تہ نام مقام کے سرور کو  
دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے "و نام انسبیب" فرمایا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا جس پر بھر دے کہ اپنی امت کی نصیحت و شفقت میں حصہ لے سکتا

کوئی گئی چھوڑیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ تمام النبیین فرما کر اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہاں تھی قیامت کے  
مقدمہ ہے لہذا ان کی تعظیم و توقیر حضرت جواد علیہ السلام میں براد واجب ہے بلکہ قیامت تک امتیاز  
ان کی اطلاع و ادب و اس تعظیم و توقیر کا جو مطلب ہے۔ اور اس طرح ان کی شفقت و رحمت  
حضرت علیہ السلام سے ہے بلکہ قیامت تک ان کی تعظیم و توقیر ان کی شفقت و رحمت کا جو مطلب  
ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر ان کی شفقت و رحمت کا جو مطلب ہے۔ اور اس طرح ان کی شفقت و رحمت

تیسری توجیہ یہ ہے کہ سب دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی ہر بات دیکھ کر سے سنتی ہے۔ رہا کہ بعض متقی نہیں اپنی امت کے مردوں میں سے کسی مرد کے پاس  
نہیں مگر کہیں سے کہ کبھی مردوں میں سے کسی کے پاس جوں یاں ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے لئے کوئی لڑکا پیدا ہو کر مرد نہ بنے کبھی بچہ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس نہ  
پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شے کو خلق عالم النبیین کے لئے فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک  
صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی لڑکا پیدا ہو کر نہ  
کھدے چھو تو وہ ضرور ہی ہے۔ چہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام النبیین ہیں اس لئے وہ اپنے مردوں میں  
جی کہ کسی کے پاس نہیں ہو سکتے اور ان کا تمام النبیین جوں یاں اس بات کو تصدیق مانی ہے کہ ان کا کوئی بیٹا  
میں نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو اپنے والدین اور اس سے کسی کے لئے باپ قرار پائیں۔ اس تقدیر پر باپ سے  
سے باپ مروا دینے کی وجہ ہے کہ حضرت کریمین صلی اللہ علیہ وسلم انہما سے اعتراض وارد ہو کر کہ  
وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہے نہیں اس شے پر کہ دلیل وہ حدیث ہے ہے ابراہیم صلی  
حضرت قس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
معاذ اور حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرا والد اگر ہوائی رہتے تو ضرور ہی ہوتے  
لیکن وہ حضرت اس کے والد نہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر ابراہیم میں۔ اسی طرح دوسری

روایات میں بھی وارد ہوئے۔

چوتھی سے بھی طریق محمد بن شریح اسرائیل بن ابی خالد روایت کیا۔ ابو خالد کہتے ہیں کہ میں  
نے محمد بن ابی ابی انی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے  
ابراہیم بن ہاشم سے فرمایا کہ اگر وہ انہوں نے فرمایا کہ وہ انہوں میں فوت ہو گئے اور اگر رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہی کو ہوتا تو کیا انہوں میں ہوتا تو ضرور علیہ السلام کو واسطہ کام کے بیٹے ابراہیم نہ ہوتے لیکن  
حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نہیں۔

اور امام احمد نے بھی طریق محمد بن شریح اسرائیل حضرت ابن ابی انی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا  
وہ فرماتے تھے: "وكان بعد النبي صلى الله عليه وسلم بن مائة سنة اجته"

اٹھاسی روایت کو ان ماجور و خروٹے روایت ابن عباس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا  
اور ابن عباس نے ابن عباس کی روایت کو منع کیا، یہاں کہ امام سلطان کا قول ہے، اور امام قوی  
نے حدیث "لو عاش ابن ابراہیم لکان نبیا" کو باطل قرار دیا، لیکن مجاہد کی روایت۔  
شروع ان بیگانہ بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن مائة سنة اجته، لیکن لا ینفد  
باستمرار، اور شریح مذکور کی دلیل ہے۔

ابن عبد البر وغیرہ کے شہر کا جواب  
اس مقام پر ابن عبد البر وغیرہ کا یہ کہنا کہ یہ بات  
میں بھی نہیں آتی کہ نور علیہ السلام کا بیٹا نہ ہو  
کے بیٹے کے باوجود بھی غیر نبی تھا اور اگر یہ بات ان کی جائے کہ نبی کا بیٹا ہی ہوتا ہے تو  
غرض میں ہوا کہ اگر کسب کسب نور علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور نہ وہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ  
کے طور پر یہ بات نہیں کہ انہی کو نبی کا بیٹا ہی ہوتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہی ہوتا  
بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ منصب حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا اگر آپ کا کوئی  
بیٹا نہ ہوتا تب تک پہنچے تو نبی ہو جس کی دلیل وہی حدیث ہے جو روایت محمد بن شریح



کہ چکے ہیں۔ محمد بن حنفیہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ اعتقاد وارد نہیں کہ، اودھن  
ان نہ یکن بعد خود صلی اللہ علیہ وسلم بنی معاشرہ میں اہل حدیث یہ ہر نبی کے لئے نہیں بلکہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب مخصوص کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔  
چنانچہ علامہ رحمت اللہ علیہ نے اس منہج کو تحقیق کے کلام سے اخذ کرتے ہوئے نہایت فصاحت  
ایمان میں پابندی کے ساتھ ارقام فرمایا ہے۔

لاحظہ ہو فتوحات البریل جلد ۲ ص ۱۸۳

ولعل وجه الاستدلال انہ لما فعلی کو نہ اسباب علم کا ذائقہ  
ملکت ان یسرم انہ فیس یسرم دینہ ما یسرم قطیعہم اسیاء  
وانقیادہم لہ فقدہ بیان ان حقہ اکو من حق الاب الحقیقی  
من بیت انا رسولہم والکان قولہ من وجاہکم مظنۃ ان یسرم  
انہ انوار احد من رجال نفسہ الذین ولیدہ وادہ وفد یقولہ  
وخاتم اللہین فانہ یدل علی انہ لا یکن انما واحد من رجال  
نفسہ ایضا لانہ لو یقولہ ابن بالہ جسدہ لکان لافلا من مہ  
ان یکن نبیا جسدہ فلا یکن ہر شام النہین ۱۰ شیعہ زادہ  
وارد فی الکشف شمر لافلا زعمۃ الا کثیرین من اولاد الانبیاء لم یکنوا  
انبیاء فانہ اعلم حیث جہل ورسالہ وایجاب انہاب عن ذالک  
بقولہ الافلا زعمۃ لیست مہینۃ علی المؤمن العقل والقیاس  
المنطق یل علی مقتضی المسکۃ الاولیۃ وھن ان اللہ اکرم بعض الاول  
جہل اولادہم انہاب کا تحلیل وبتیہ اکرم ہم ما فضلہم فہم ما شاد اولادہ  
انہی تشریف اللہ لہ جہلہم انبیاء ۱۱

نہیہ غالباً وجہ شدتِ دل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے حق میں حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ جبریل کے نفی فرمائی تو اس سے یہ دم پیدا ہوا اگر استہیل اودھ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان الیکٹریک نہیں پایا جاتا جبرائیل وامت پر حضور کی تعظیم اور  
قرینہ داری کو واجب قرار دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس دم کو یہ بیان فرما کر پیش فرما دیا کہ اللہ صلی اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہیجنت رسول ہوئے کے حقیقی باپ کے حق سے بھی زیادہ ہو کر ہے۔ اودھ  
جب کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں دجا کہ ہے یہ دم پیدا ہوا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
خود اپنے رجال واولاد میں سے کسی کے باپ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے وخاتم النہین فرما کر اسے رخ فرمایا  
کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم والسلام کا خاتم النہین ہونا اس باعث پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اپنی اولاد  
مردان میں سے بھی کسی کے باپ نہیں اس حالت کہ یہ ہے چکر اودھ کے بعد خود کا کہ لا یملأ شایا فی دکر  
عمرہم کو بھیجے تو آپ کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ آپ کے بعد نبی ہو جائیں صورت یہ حضور صلی اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے۔ انتہی شیخ زادہ کا کہنا منہ اس مقام پر پیش علامت کا اعتراض وارد  
کرتے ہوئے اصل میں اس کی کیا کیا بنیادیں معلوم اللہ کی بکثرت اولاد نہیں نبی ہوئی کیوں کہ اللہ  
اس حدیث جہل رسالہ انہی کا جواب میں شہاب الدین غامدی نے فرمایا کہ علامت اللہ تعالیٰ پر  
قیاس پر نہیں کیگا اس کا معنی اعتقاد کے ملکیت اللہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں  
شہادت علیہ وسلم علیہم السلام کو ان کی اولاد کے حق میں جہل رسالہ کو فرمایا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سبب نبیوں کے کہ وہ اولاد افضل ہیں اس لئے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم والہم کے پیشہ عدل میں نہ تھے  
ہوتے تو نہ ان کے اولاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف و حکم پر نہ تھے نہ صاحب قاضی کا مقتضایہ ہوتا  
کہ اللہ تعالیٰ انہیں نبی بنائے۔

اہل علم کے لئے مقامِ شہر

اہل علم حضرات وبقولہ انہی کے لئے فرمایا کہ صاحب قاضی نے  
علامہ محمد اویسی مفتی لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحب فتوحات البریل

علامہ سید ابان غرہ نے علامہ مفتیوں کے کلام کی روشنی میں یہ تحریر کیا۔ ان کا کہنا ہے اودھ من رجالکم

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کرتے ہوئے کسی غریبی کے ساتھ اس حد تک کی توجہات فرمائی ہیں اور کچھ خاصہ تلافی صفت ہیں انہیں کی تفسیر فرمائی کہ اللہ کی شان سے کلام الہی میں ارتباط و اتصال کیا ہے۔ حضرت نبی نہیں بلکہ آگے میں کوئی اور مسلمان موصوف علیہ السلام نے ان کا ہم میں نفی پر کلام کرتے ہوئے تفسیر فرمائی ہے ایسی بات عقل فرما کر نہیں نے حقیقت حال کو پر ہی طرح واضح کیا ہے اور توجہ سائل کی کسی ادنیٰ تردید کے لئے بھی گناہ میں نہ چھوڑی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ فَلَا يَكُونُ لَهُ عَيْنٌ رَاحِلَةٌ عَنْهُ وَكَذَلِكَ بَيِّنٌ الْإِنْفِاقُ فِي الْحَقِيقَةِ

مَتَّوِيَّةٌ قَوْلُ صِفَتِ اِي يَكُونُ اَيْضًا مَرْتَبًا وَكَوْنُهُ شَيْئًا لَمْ يَمُودَ وَالْاَقْتِدَادُ

كَانَ لَهُ مِنْ الْكُلِّ مَرَادًا فَكُلُّهُ اِسْرَافٌ مِنْ اِلْتِفَافِ الْعِلْمِ وَالْعِلْمُ يَتَقَالَبُ

اَيْضًا الْمَطَاحِلُ وَكُلُّهُمْ مَا تَقَابَلُ الْمَبْلُوحُ فَسَلَّمَ يَسْلُو اَمِنْ اَمِنْ اَلْحَالِ

۱۱ (من القرآن جملہ)

یعنی اس آیت میں نفی فی الحقیقت وصف کی طرف متوجہ ہے۔ اس وصف

سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسے کلمہ زبان ہونا اور حضور کے بعد اس کا جتن

ہونا ہے۔ ورنہ میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن پیشے تھے۔

اور اس میں خاصہ اور مضبوط طبیب کو ظاہر بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ سب قبل

الطبع وقت ہو گئے اودان میں سے کوئی ایک بھی ملنے رجال کو تہنیتا۔

انہیں فرماتے

اسی عبارت سے اس میں حرج واضح ہو گیا کہ صحت استاد و صفت میں انہیں اور کلام الہی میں ارتباطی تفسیر پر ہے کہ تمام انہیں میں ختم زمانی کو مراد لیا جائے۔

لیکن سے استاد کی تیسری توجہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیسری توجہ یہ بھی کی تھی کہ جہاں تہنیت کہ ان سے استاد

اس مقام پر اقول کلام سے پیدا ہونے والے توجہ کو رفع کرنے کے لئے نہ ہو جیسے "ما زید کو ہم لکھتے شیعہ" میں ہے بلکہ یہاں استاد کا کام تھا یہ کہ باوجود ان کے لئے وہ حکم ثابت کیا جائے جس کے قابل کے مخالفت ہے۔ جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے "ما ہذا ساکن لکھتے مضمون"۔

اور "ما ہذا ایضاً لکھتے اسود" جسے آیات قرآنی میں بھی اس قسم کا استاد کا وار ہے یہاں کہ قرآن مجید میں ہے "ما فرما لیس فی سفاحۃ و لکھتے رسول من مربی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کیونکہ نفی نے بہت انتقاد رسالت کا وہم پیدا نہیں کرتی نہ ان آیات رسالت مثلاً بایت و لغوئے کہ استغفار کا وہم پیدا کرتی ہے حتیٰ کہ استاد کا بالکل اذکار قرار دیا جائے۔ (روح المعانی ص ۳۳)

استاد کا اور صفت میں انہیں پر علماء مفسرین کے ان روشنیات کو دیکھنے کے بعد پرستہ ان توجہ و تفسیر کو جو دیگر انصاف فرمائیں کہ تا تو فی صاحب نے کلام الہی میں ہے ربی پیدا کی ہے یا جو رسالت مسلمان ہے

تا تو فی صاحب نے جو پرستہ اختیار کیا ہے وہ قطعاً سبیل مومنین کے خلاف ہے یہ تو مفسرین کو بطور پڑھنے کے بعد نصف عزائم میں پر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گی۔

اس کے بعد اگر دانش کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ بعد رسالت سے کہ آج تک مسلمان مفسرین حضرات نے قطعاً تمام المسبب کے معنی آخر انہیں کے ساتھ کئے انہوں نے تا تو فی صاحب کے نزدیک کلام الہی کو بے ربط کر دیا۔ اور اقول تا تو فی صاحب قرآن کریم میں ایسی سے رابطی پیدا کی جو استاد کے کلام میں قطعاً مستور نہیں۔ جن کا واضح مفہوم یہ ہے کہ آج تک کسی نے تمام انہیں کے معنی صحیح طور پر نہیں چھوہ سوچا جس کے بعد صرف تا تو فی صاحب کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ انہوں نے کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف صحیح معنی کے۔

۵۱ ایں کار از تو ناید و مردان پیش کنند

نقصانِ قدر کا احتمالِ طبل ہے

غزلتیں تحریر

نقصان قدر کا احتمال ٹھیل ہے

فہرست غلطی نمبر ۳

انچویں غلطی: مذکورہ عبارت ہے کہ قرآن نہانی کی تقدیر پر نقصان قدر کا احتمال تو اس وقت ہو سکتا جب کہ نقصان صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کمال کے لئے نقصان قائم نہیں ہے۔

اس کے سوا کوئی اصل دلیل قرآن مجید میں نہ ملتا کہ اسے اُدھر کمال کا ثبوت اس لئے قائم نہیں ہو رہا کہ جو حالان کہ قرآن مجید میں یہ شکار دلائل ایسے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جبرئیل کی کائنات پر مدعا والہ ثابت کرتے ہیں۔ اُدھین سے حضرت رشک کی طرف ثبوت جو کتاب ہے کہ جبرئیل کو قرآن صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کائنات علی و علویہ کے جانے اور تمام کائنات کے لئے قرآن الٰہی موعظ ہیں، مثلاً النفاۃ اور اشراف و ذوالا ہے۔ دوسرا سلطان الادبۃ حاصلین اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے کتبہ کے کئی کئی جملہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لئے رسول یعنی کاد واسطہ یعنی اُن کو وسیع کیا کہ جسے ہیں۔

و روح المعاني ج ١ ص ١٥٥

نیز آری گوید و از شک المسئین عدا هم افقه فیه دایم افتد و که تحت اقام  
رازی نه تا که ما تحت خبرت که رسول الله علیه و آله که گفته ثابت کیا به و آنچه تفسیر کبیر  
لینا اتم را فانی که تقدیر چهره رسول الله علیه و آله که من غیر نقصان تقدیر احتمال  
ناتوانی به

تقریباً

**قلبی تمییز** | اس کے واسطے میں میری عرضیات پر کیا تفریق صاحب کا حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف اور انہیں کو صوب و نسب اور سکنیت و غیر  
 اوصاف کی طرح قرار دینا اسی کا نتیجہ ہے۔ ان اشعار میں یہ کہ فعل شائستہ اس بات کو صاف ظاہر  
 کرتا ہے کہ تفریق صاحب سے نہ ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور انہیں جو سب میں بالکل  
 العزیز کی قسم کی کوئی تفصیل اصلاً نہیں۔ کیوں کہ وہ وصف اور انہیں و دیگر اوصاف مذکورہ و شفا  
 کی مدنی یا قریشی یا ہاشمی کے ایسے کوئی فرق نہیں سمجھتے میں کا مصلہ یہ تھا کہ قریشی یا ہاشمی ہر زمانہ قریشی

ہو چکا ہے۔ دیا جاتی ہے کہ خضر النسیمی جو حاضر صل اللہ علیہ وسلم کا وصیت نامہ ہے اور کائنات کی ترقی کا بھی حصہ نہیں۔ سیکڑوں کاوشگر اور متحرک اور متفہم انسانیں کمر و عنبر ہوتے اور ہر شے کی نسبت ترقی کی وجہ ایشیائی پیدا ہوتے۔ اس کے باوجود ان ترقی کا صاحب اور انھیں اور اوصاف مذکورہ میں فرق نہ کرنا حقیقت وین کی بنا کو منہ پر کرنا ہے۔

میرا خود وصف تمام التئیں کو بلداؤں اور افاضتِ فضیلت جلیقہ میں ادا کر کے تمام حدوں میں اس کے ذکر کو بھی جمع اور جائز سمجھتے ہیں۔ مگر تاہم میری صاحبِ کاسک کے ہر کلمہ کے ہر لفظ کے متعلق ہے۔ وہ زمانے کے نزدیک اس وصفِ اعلیٰ میں کسی قسم کی کوئی فضیلت جبروتی اور تمام حدوں میں اس کے ذکر کو وہ سرگزشتِ مہم قرار نہ دیتے۔

نظمتی نمبر

فصل نمبر ۱۱

اس کے متعلق میری مختصر گزارش یہ ہے کہ انور توحی صاحب ختم خانی کی  
 بجائے ختم خانی کو بنائے خاتیت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ کزوالیہ کیبر  
 وہ دیکھیں رسول اللہ و تمام تنسبہ کے دے سے کہ آپ تک بنائے خاتیت تاخر خانی  
 کو قرار دیا جائے گا۔ ختم خانی کے قصہ کے اذکارنا استہنا تھے۔ انب تیرہ سہریں  
 کے بعد انور توحی صاحب نے شہرہ دارانہ این میکس رشی اللہ علیہا میں مزید چھ خاتیم النین کاغذ  
 قرار دیا جس راہ نکالنے کی کوشش کی کہ چھ دینوں کے چھ خاتم النین بھی جی کر قرار دیں اور حضور علیہ السلام  
 و السلام کا خاتم النین ہونا بھی برائے نام باقی رہے۔ اس کی صورت اس کے سوا اذکار کیا ہو سکتی تھی  
 کہ بنائے خاتیت کے لئے تاخر خانی کے سوا کبھی اور چیز کو تلاش کیا جائے۔ لیکن ہر طرحی مطلب  
 نہیں ملتی مطلق حال ہے۔ اسی طرح وہ دیکھنا بعد مطلق بھی بعض مقیر غلط ہے۔

قرآن و حدیث اجماع و قیاس میں کہیں کچھ بات نہ لگے تو باقی خزانہ ہائی گدہ کاوش کے  
بدعات و تنہیت کی تین ستائیں پیدا کی گئیں اور قوم ذائقہ کا ایک خود ساختہ مفہوم تراش کر اس کو

ہائے غایت قرار دے گا۔ جس پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال علماء  
مفسرین و محدثین کی روشنی میں ہم پوری وضاحت کے ساتھ درک کئے ہیں۔

ذاتی اور عرضی کی طرف نبوت کی

تقسیم احداث فی الدین ہے۔  
غلطی نمبر ۱۲

اس غلطی کے متعلق آتی بات یاد رکھیں کہ درحقیقت  
نا تو قوی صاحب کے تمام افہام کی بنیاد پر غلطی ہے  
کہ انہوں نے نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف  
تقسیم کر دیا۔ اور میں کتاب و سنت ثابت کر چکا

ہوں کہ حقیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن و حدیث اور اقوال علماء  
کافیہ ہیں۔ روشنی میں یہ بات آداب سے زیادہ روشن ہو چکی کہ نبوت کی یہ تقسیم احداث فی الدین ہے  
نا تو قوی صاحب کے نزدیک یہ تمام البتہ  
چھب فہم البتہ میں کے معنی آخر البتہ کو تمام کو خیال  
تاخر زمانی میں نقص فی نہیں غلطی نمبر ۱۲

بر کھدنی تو اب تاخر زمانی کے لئے سونے کا ہم تقسیم نہیں دیا مابقی صورت میں تاخر زمانی میں  
آج کر رہی گوئی کہ نص قرآن پاک ہی ہے! مالاں کہ ساری اہل سنت کے نزدیک یہ آج کر رہی رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر البتہ میں ہونے پر نفع ہے۔

اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی

کا لازم باطل ہے غلطی نمبر ۱۳

اس نص پر بالفاظ تفصیل سے لکھا جا چکا ہے یہاں  
صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اگر تصافات  
ذاتی کے لئے تاخر زمانی لازم ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد کوئی زمانہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبوت سے تصعیت بالذات  
نہیں ہو کر نا تو قوی صاحب کی تصور کے مطابق وصف ایمانی بھی بالذات تصعیت میں لہذا  
جس طرح وہاں خود بخود تاخر زمانی لازم آیا یہاں بھی لازم آئے گا۔ ورنہ لازم کہ وہ غلط باطل ہو گا۔

اللہ میں ہر جہد و محنت کے بعد میرا دلکس میں قائم کی گئی ہے وہ سب جہد ہم ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن کیا کوئی  
مسلمان ایسا ہے جو یہ تسلیم کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح نبی نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی میں  
کا جزا بھی محال ہے و مگر اللہ تم مہادی اللہ معلوم ہوا کہ تصافات ذاتی کے لئے تاخر زمانی کے لازم  
کا قول باہت باطل ہے۔

غلطی نمبر ۱۲  
اس کی بابت ہم خود نا تو قوی صاحب کا احترام تحذیر الیہ سے پیش کئے  
دیتے ہیں۔ لہذا ہمیں کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔ نا تو قوی صاحب فرشتے

ہیں۔  
"اگر جو کہم اتنا فی ہر دن کا ہم بھی مفسرین تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقص آگیا اور  
کسی فضل نادان نے ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ غیظ و کین ہو گیا ہے  
نہا۔ یا خدا کہ کو دک نادان  
بغلط برداشت نہ تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر نقصان دہ ہے کہ یہ بات میں سے کبھی اور وہ لکھ کر کہہ گئے تھے میری نہ  
تائیں اور وہ پڑائی بات لگائے جائیں تو قطعاً نفس کے کہنا فرمان مجتہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
یہ بات لکھ رہے۔ اولیٰ بھی اپنے عقل و فہم کی قوی پر گواہی دیتی ہے۔ "تمہیز الیہ ص ۴۸  
لے کاشی داگر: "نا تو قوی صاحب قائم البتہ میں کے معنی آخر البتہ کو تمام کو خیال قرآن و سنت  
اور ہائے غایت تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز پر نہ رکھتے تو جہد ان کی اس اول سے اختلاف کی  
ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

غلطی نمبر ۱۳  
اس کے متعلق بھی ہم تحذیر الیہ میں سے نا تو قوی صاحب کی ایک عبارت  
پیش کئے دیتے ہیں۔ "اخطار لایہ وہ فرماتے ہیں۔

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس غایت کہ کو زمانہ اللہ ہی سے ہم پیچے تو پھر



دوں طرح کا فخر مراد ہوگا۔ پر ایک مراد جو قریش یا انشان محمدی خاقانیت مرتبی ہے نہ ذاتی۔

(تحدیر الانکاس ص ۵)

اس عبارت کے بعد بھی یہ کہنا کہ نانوئی صاحب نے خاقانیت زمانہ کا انکار نہیں کیا، مگر تصدیق معنی ادا ہو سکتا ہے۔

**خطی ترجمہ** | اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ضمن میں ابتداً لائق احوال نبوی و صلوات اللہ علیہ کے

ہر کمال کیلئے لفظ تمام انشبین کو اس بحث میں امر خاص طور پر غور سے کرنا چاہئے۔ انا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نسبت میں کسی مسلمان کے لئے مجال اشکار نہیں ہو سکتی۔

کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کمال کا سداً اود تمام علمی و عملی خوبیوں کا جامع بنالیا ہے اور تمام کائنات حضور ہی کے فیض سے مستفیض ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری نہیں کہ لفظ تمام انشبین کا کوہیل بنایا جائے۔ اس دعوے پر کتاب و سنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

### مولانا کشمیری کا صاحب کشمیر سے اختلاف

مگر ہدایت کی نظر سے دیکھا جائے تو نانوئی صاحب کے پیش نظر اولا و ابتدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا اظہار نہیں ہوگا اور بعد ازاں میں عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنے نظر کا اظہار ہے۔ انہوں نے اپنی بات کو کئی جگہ جملہ قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے۔ وہ اس میں ساری حق سے مستفرد ہو گئے۔ خود مولانا یونہی نے ایسے حضرات دیکھے ہیں جنہوں نے اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں نانوئی صاحب کی روش سے اختلاف کیا۔ دیکھیے آپ کے

مرآۃ المفہم سادہ صاحب کشمیری نے بھی اسی اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر فیض المبارکی میں کلام فرمایا ہے۔ اود اس کے متعلق ان کا مسلک آپ کے مولانا نانوئی صاحب سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ نانوئی صاحب اس اثر کو بالعموم مرفوع اور سداً صحیح قرار دیتے ہیں جبکہ مولانا بن عباس سے ہیں مگر طراز ہیں۔

”نانوئی صاحب کا لفظ مرفوع ہے اور بالعموم سداً صحیح ہے۔ شک تسلیم ہی کرنا چاہئے گا۔“

لیکن مولانا اثر سادہ صاحب کشمیری اس کے خلاف ہیں۔ دیکھیے فیض المبارکی میں انہوں نے صاف لفظ پر لکھا۔

”واللہ اعلم انہ صبر فرم و اذا ظہر عندنا منشا۔ وغلا یقین“

للا انسان ان صحت نفسه فی شرحہ مع کوئٹہ شاذ ابداً ص =

(فیض المبارکی جلد ۳ ص ۳۳)

ترجمہ: اود ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر مرفوع نہیں ہے اور جب اس کا منشا ہم پر ظاہر ہو گیا اور یہ محض عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا ہوا قول ہے۔ نقل، تو اب انسان کے لئے یہ بات لائق نہیں کہ وہ اس کی شرح میں اپنے آپ کو غایب کر دے۔ باوجود کہ وہ مرفوع (روای) کی وجہ سے شاذ ہے۔ لہذا

### تحدیر الانکاس پر فیض المبارکی کی جرح

جرح میں نہیں ہوگا مولانا اثر سادہ صاحب نے فیض المبارکی میں اسی مقام مولانا نانوئی صاحب کے ساتھ تحدیر الانکاس کا ذکر بھی کیا ہے۔ اود عجیب احوال میں اسی کے اعجاز پر جرح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”و قد اختلف مولانا الف افریقی رسالہ مستقلہ فی شرح الاشرار الذکر کثیرا صافا  
تحتوی علیہ الناس من انکار اشرار من مباح و حقیقہ نبی ان غایتہ صلاصلیہ  
لا یحتاج ان یکن غایم اخسری ارض اشری یکا هو مذکور فی اشر  
ابن عباس و سیلہ من کلام مولانا الف افریقی ان یکن لیس لیس  
صدا و ایضا کما لارفعنا الذی یطرد من الشرائع کما فی الصلوات المبیہ  
کلیا لذلک الا فیضہ ۱۰ فیض الہادی جلد ۳ ص ۲۲۲

ترجمہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اشرار ذکر کی شرح میں مولانا افروقی  
نے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا جس میں انکار اشرار میں مباح و حقیقہ اشرار  
میں ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی اشرار کسی دوسری زمین میں ہو تو عمر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت کے خلاف نہیں جب کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما  
تعالیٰ عنہما کے اس اتریں مذکور ہے اور مولانا افروقی کے کلام سے ظاہر ہوتا  
ہے کہ ہر زمین کے لئے بھی اسی طرح آسمان ہر جیسے ہماری زمین کے لئے ہے  
قرآن مجید سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ساتوں آسمان اسی زمین کے  
لئے ہیں۔ (فیض الہادی جلد ۳ ص ۲۲۲)

مولانا افروشاہ صاحب کا ناٹو تو کی صاحب پر طنز لطیف

دیکھئے کس وضاحت کے ساتھ مولانا افروشاہ صاحب نے ناٹو تو کی صاحب کے  
کلام کو قرآن مجید کے خلاف قرار دیا ہے اس کے بعد مولانا افروشاہ صاحب نے اشرار کو کس  
متعلق اپنا وہی منک بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ساتھ ہی شاہ صاحب نے ناٹو تو  
صاحب پر نہایت لطیف انداز میں طنز کیا ہے۔ فرشتہ ہیں۔

”واللہ اصل انار حیدنا لا اشرار الذکر ذکا لا یصلح بہ امر  
من صلوٰۃ و صیامت و لا یحرف علیہ غیر من ایماننا و ایمان  
نقل شریعہ و ان کان لا بد لک ان تقصم فی مالہ لیس لک مبیہ  
عقل فقل صلی طریق ارباب الحقائق ان سیرا و عین  
لصلا صیادہ عین مبیہ عالم و قد صرحتنا شریعہ عالم الاجرام  
و عالم المقاتل و عالم الارواح۔ اما عالم السدود و علم النہر فعدو  
مبیہ الحدیث ایضا لکنا لا ندری ہل هو عالم مبیہ ام لا فعدو  
خسہ عدو عالم و اخیر فصل ہا اثنی ایضا فاشی المباح لا یجوز  
من ہذا العالم الا و یا شریعہ احکامہ و قد ثبت عند المشرع و جرح  
لشقی قبل و بعدہ فی ہذا العالم و حیثہ یجوز لک ان تستمر  
کون الہی السراحد فی عالم مختلفہ سید و ناٹو تو کی صاحب

فیض الہادی جلد ۳ ص ۲۲۲

ترجمہ اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب ہم نے اشرار ذکر کرنا دیا تو اس کے ساتھ  
ہماری نماز و روزہ کے کوئی امر بھی متعلق نہیں تھا جس پر ہمارے ایمان  
سے کوئی امر موقوف ہے تو ہم نے سب جاہل اس کی شرح کو ترک کر دیا  
اور اسے مخاطب اگر تیرے لئے کوئی چارہ نہیں اور تو اس بات پر مجبور  
ہے کہ ایسی چیز میں داخل نماز ہو جس کے بار میں تجھے کچھ مل نہیں یعنی اشرار  
کے بار میں تو ضرور کچھ لکنا پڑتا ہے اور باب حقائق کے طریق پر لکھتے ہیں  
کہنا چاہیے کہ لکنا اشرار میں سات زمینوں کے لغزش سے سات عالموں کو  
تیسری کی گناہ ہے جن میں سے تین کا درجہ تو رحمت کے درجہ کو پہنچ چکا ہے عالم

اجسام، عالم مثال، عالم برزخ، پھر عالم زندہ، عالم نسمہ، تو ہے شک ان دونوں کے متعلق بھی حدیث و روایت سے نہیں جہت نہ وہ دونوں مستقل عالم ہیں یا نہیں ہیں یا پانچ عالم ہیں اور انہیں پانچ کی طرح دو آدمیوں کی مثال ہے۔  
 (۱) اگر ہر سے سات ہوں ہیں تو ایک چیز اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف نہیں گذرتی لیکن اس حال میں گذرتی ہے کہ اس عالم کے احکام ملتے جلتے ہیں۔  
 اسی لیے شک کہہ سکتے ہیں اس عالم میں آسمان سے پہلے کئی درجہ شرف و معشر میں ثابت ہو چکے ہیں اور اسی وقت میرے لئے نیز کسی شہادی کے یہ ممکن ہے کہ تو مختلف عالموں میں ایک ہی جی کے ہونے کا التزام کر لے۔

(فیض الہدی ص ۳۳۳)

### مولانا کشمیری کا تجزیہ برزخ اور ہماری مائید

شاہ صاحب نے اس عبارت میں بھیجی کی قطعاً نقل کرنے کے باوجود اثر و فکر کی بہت کوشش نہیں کیا اور اس کو محض لغت شاعرانہ تعبیر فرمایا۔ اسی طرز "والفعل و الفعل برزخ" کو کہہ کر اس کے مفہوم و فرق ہونے کی نفی کر دی اور کہی ایک جگہ بھی اس کے بالکل معنی مرفوع ہونے کا قول نہیں کیا ان صفات کہہ دیا کہ ہر اسے اعمال و افعال میں سے کہی تھی اس آریہ اللہ ابن عباس سے استفادہ نہیں اس لئے ہم اس کی شہرتا چھوڑتے ہیں یہ بات تو ان صاحب پر ایک تبرکاً لطیف تھوڑی ہے۔  
 کہہ کر کہ ان تو قوی صاحب نے یہ تسلیم کر لینے کے باوجود کہ واقعی آریہ اللہ ابن عباس کی طرف سے استفادہ اور عقائد و اعمال سے قطعاً متعلق نہیں اس کی شہرت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ حرم برائے شاہ صاحب نے اثر و فکر میں کام کر کے کو انتہائی طور پر اپنے اندر کیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس میں کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو مہر و پائے سے قراں نہ کرے۔ بات نہ کہی یا

یہ بات تو صاحب نے کہی جبکہ مایا بپ تھا ان کے طور پر کلام کرنا چاہیے اور وہ یہ کہ سات زمینوں سے سات عالم روا کرتے ہیں اور انہیں مذکور میں سے ہر کسی کو ہر عالم میں تسبیح کیا جائے۔ کہہ کر حدیث شریف ایک شخص کے مستند و حدیث کے لئے ہیں۔ لہذا ایک ہی جی کا ساتوں عالموں میں پایا جانا و شمول نہیں۔

### باتو قوی صاحب کے خلاف ایک اور شہادت

تفسیر روح البیان میں فقہ اسلام علی آئندہ رحمہ اللہ نے علامہ متقیین سے ایک حدیث منقول کی ہے۔ وہ اسی حدیث آدم کا ذکر کے تحت فرماتے ہیں۔

وقالوا لعنوا ان فی کل ارض خلق الله لعم سام یقومون علیہم

مقام آدم و نوح و عیسیٰ و عیسیٰ قیسا قال العنوا علیہم

المقام عند الحسن حدیث الا وضح سجع فی کل ارض من العنوا

مقلد ماتی ہندو حق آدم کا حکم و ابراہیم کا حکم ہر جہاں ہر جہاں دو اوقات

ہم نقلہ عن ابن عباس رضى الله عنهما اصل اشد اخذہ

عن اسرار شیعہ ای اقاہیل سنی اسرار شیل عباد کوئی

الترد و اشد من علما محمد و مشائخہ کما فی شرح الغنیہ و اشد

و اشد اشد اشد یحیر بہ و یحیر سنیہ الی معصم نصرہ و و

عسل قائلہ انھن کلام المقام سدہم قفسیر الاسرار شیعہ

وقال ان انسان العین قد جاو عن ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما قد رواہ قال ومن الارض مشعلہ قال

سینہ العین فی کل ارض نہیں کیسکیم کا آدم کا دم و دھج کندہ مک

واسبرایم کاسبرایمکرمین کعبہکم و ذاء المساکم فی المستذل .  
 و قال صمیم الاسناد و قال البیہقی اسنادہ صحیح لکنہ شد  
 سبالمزایا لانت لانیلزم من صحة الاسناد صحة المتن فقد  
 صیگون فیہ مع صحۃ اسنادہ و ما یمنحہ قوی ضعیف قال  
 الحیث لا یطویر و یمنح ان یقول علی ان الاسناد یحتمل التسلط  
 کاشوا یصلون الجہن من الانبیاء البشیر و لا یصلون ان یمنح کل منہم  
 میام البشیر البشیر یصل ہنہ ہنہا کلامہ و حیث لا یصل لیتبنا  
 فلیہ السلام و رسول من الحق اسناد کاسبرایم و فیہ المروا و  
 المتحد و لغو و فیہ شامل اتھن ما فی النسان البشیر

(مدح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۰)

تفسیر متقی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر نبی میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور  
 اس کے سرور میں جو ان پر ہمارے آدم و نوح اور ابراہیم و عیسیٰ علیہم السلام  
 واسلام کے قائل ہوں ہر کوئی ان کی قیادت و ریاست کے فرائض انجام دیتے  
 ہیں۔

علامہ سناوی نے فقہ حنفی میں اس حدیث کو بھی لکھا اگرچہ حضرت  
 عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی نقل صحیح ہے مگر  
 اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے اسے اسرائیلیات میں ہی اسرائیل کے ان  
 اقوال سے لیا ہے۔ جو قرآن میں مذکور ہیں۔ یا علی و شاخ بنی اسرائیل سے  
 لیا ہے جیسا کہ شرح تفسیر میں ہے۔ یہ اور کچھ قسم کی روایات جیسا کہ  
 مذکور ہے کہ یہ معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صحت کے ساتھ

تک نہ پہنچی ہوں اور وہ اس شخص پر روک دی جائیں گی جو ان کا قائل ہے۔ اتھنی  
 اور انسان البشیر میں کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما "ان البشیر من اللہ" کی تفسیر میں حدیث بنی کعبہ و آدم کا ذکر  
 والحدیث (مروی) ہے۔ اسے ماہر نے منہ تک میں روایت کیا اور اسے  
 صحیح الاسناد بتایا اور یہی ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن وہ مرو  
 و راوی اس کے ساتھ شاذ ہے یعنی اس لئے کہ صحت اسناد سے صحت متن  
 لازم نہیں آتی کیوں کہ کبھی باوجود صحت اسناد کے متن میں غلطی بات ہوتی  
 ہے جو صحت متن سے ملتی ہوتی ہے۔ لہذا وہ ضعیف ہے۔

جلال الدین سیوطی نے کہا کہ اس روایت کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آدم و  
 نوح اور ابراہیم و عیسیٰ و قمر علیہم السلام سے روایت ہوا ہے جو انبیاء  
 بشر کی طرف سے جنات کو پیشام پیش کیا کرتے تھے اور یہی نہیں کہ ان  
 پیشامبروں میں سے ہر ایک ان ہی کے نام سے موسوم ہو جس کا وہ پیشامبران  
 ہوتا تھا۔ یہ بحال ممکن ہو سکتا ہے کہ ان وقت یہ کہہ سکتے ہیں کہ  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص نام ہے جو ان کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے نام کی طرف تھا اور شاید اس نام سے متفقہ کا مشہور نام ملا ہے۔ جو صحیح ہے۔  
 یہاں تاہل کرنا چاہیے۔ انسان البشیر کی عبارت ختم ہوئی۔

(روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۰ طبع مصر)

روح البیان کی اس مختصر عبارت کا مفاد حسب ذیل ہے۔

ما یقیر محمد و منول میں جن حضرات کا ذکر ان کے نام سے وارد ہے۔ وہ انبیاء و ائمہ نہیں  
 بلکہ رسول نبیاء و بشر ہیں آدم و نوح و ابراہیم و عیسیٰ علیہم السلام کے نام تمام ہرگز نہیں





چھ زمینوں میں انبیاء اللہ نہیں پائے جاتے بلکہ مساوت و قیادت اور خلعت و امتیازی حیثیت ہیں  
انبیاء معصوم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور ان کی کامنڈاری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان  
دو قول بزرگوں کی یہ توجیہ نافوقی صاحب کے خلاف ناقابل رد شہادت اور ان کے خود سامنے  
مسک کی توجیہ شدید ہے۔

اگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند و متن اور صحت و ضعف اور اس کی توجیہ  
ذوالی سے متعلق ہیں اس امر کو نافوقی صاحب نے عمد یا غلط پھوڑ دیا تھا۔ ہم نے نہایت ہی اختصاراً  
اور جامعیت کے ساتھ انہیں بیان کر دیا ہے۔ جسے بغور دیکھنے کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرنے  
کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ اگر مذکورہ مصل و ضعیف ہے۔ اور اگر بالفرض اس کی صحت  
کو تسلیم کر لیا جائے تو نافوقی صاحب کی توجیہات کہ اب و سنت کے تقاضا میں ہیں۔  
نیز اس بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مولانا احمد شاہ صاحب کشمیری نافوقی صاحب  
کی توجیہات سے بیزاریں اور انہوں نے بھی اسی توجیہ کو پسند فرمایا ہے ہم عرض کر چکے ہیں۔

والحمد للہ علیٰ اعدائہ وصلى اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد۔

والسہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

## التبشير پر اعتراضات کا علمی جائزہ

حضرت محترم جناب دیوان صاحب قبلہ مولانا پیر محمد چشتی

بابا اکرم صاحب عبداللطیف قادری صاحب پشاور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حراج مبارک!

پشاور سے فضل الہی نامی ایک صاحب کا مسودہ میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اس کا جواب انہیں ارسال کر دیا ہے۔ اپنے جواب کی فوٹو اسٹیٹ کا پی فضل الہی کے مسودہ کے سرورق کی ایک ”نقل مطابق اصل“ منسلک کر رہا ہوں۔

جواب کی جو فوٹو اسٹیٹ کا پی فضل الہی کو بھیجی ہے اس کے صفحہ نمبر ۲۵ کی آخری سطر میں فاضل مضمون سے ایک غلطی ہو گئی تھی جو بعد میں دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ اس کی تصحیح کر کے مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۰ء کو انہیں بذریعہ رجسٹری جوابی رسید ارسال کر دی ہے۔ اس کی نقل بھی منسلک ہذا کی جارہی ہے تاکہ وہ یعنی فضل الہی احباب میں غلط بیانی نہ کر سکیں۔

آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور تمام احباب کو بھی پڑھادیں تاکہ ہمارے سنی احباب کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

فتنہ والسلام

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

۷ اگست ۱۹۸۰ء

تاریخ: ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

محترم جناب فضل الہی صاحب

سلام مستنون:-

حراج گرامی

آپ کے مضمون کا جواب جو ۲۲ جولائی کو آپ کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا ہے اس جواب کی کاپی کے صفحہ ۲۵ پر آخری سطر میں کتابت کی ایک غلطی رہ گئی ہے جس سے آپ کو مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضور غوث پاک ﷺ مکالمات ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس سے رسالت کا آغا ہوتا ہے۔

اس سطر میں جس سے کی بجائے ”جس کے بعد“ پڑھا جائے۔ اصل مسودہ میں ”جس کے بعد“ ہی ہے۔ نقل نے غلطی سے

اس کی بجائے ”جس سے“ لکھ دیا۔ پوری سطر اس طرح پڑھی جائے۔

”حضور غوث پاک ﷺ مکالمات ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس کے بعد رسالت کا آغا ہوتا ہے۔“

اپنی نوٹوائسٹ کاپی میں یہ صحیح ضرور فرمائیں۔

شکریہ

سید احمد سعید کاظمی شہر لاہور

۲۹ جولائی - ۱۹۸۰ء

## جواب مکتوب!

جناب محترم!

سلام مسنون: جیسا کہ میں اس سے قبل آپ کو لکھ چکا ہوں کہ دؤ اپریل ۱۹۸۰ء کو آپ نے میرے نام اپنے مضمون کی رجسٹری کرائی۔ اسی دؤ اپریل کی شام کو میں نیشنل ہسپتال ملتان میں داخل ہوا اور ساڑھے چار گھنٹے میں آپریشن جاری رہا۔ ابتدا میں شدید تکلیف اور انتہائی تھکوت کی حالت میں گھر آیا اور صلاب فراموش رہا۔ تا حال صلاب فراموش ہوں۔ آپ یقین فرمائیں چند آدمیوں کا سہارا لئے بغیر دو قدم چلنا بھی دشوار ہے۔ آپ کی رجسٹری کا مجھے علم نہیں ہوا۔ میرے احباب نے میری علالت کے پیش نظر مجھے بتایا تک نہیں کہ اس قسم کی کوئی رجسٹری آئی ہے۔

بالا خر کافی مدت کے بعد پرانی ڈاک میں آپ کی وہ رجسٹری احباب نے مجھے بھیجی۔ میرے اندر اتنی طاقت نہیں تھی کہ آپ کا مضمون پڑھ سکتا ہوں پر لیتے ہوئے سرسری طور پر آپ کا مضمون دیکھا اور اس کے اکثر و بیشتر حصے احباب سے پڑھا کر رہے۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ آپ کے اس طویل مضمون میں لاعلمی، غلط فہمی، مغالہ دہی، دروغ گوئی اور تضاد بیانی کے سوا کچھ نہیں، مثال کے طور پر آپ نے میرے نام اپنے مکتوب (جو مضمون کے ساتھ شامل ہے) کے صفحہ کی طرف نمبر ۱۰ پر لکھا۔ ”ناجیز کا اختلاف تو علمی ہے مجاہد یا مکابہ نہیں کہ کسی کی ذات کو دشنام دہی کروں۔ اہ بلطفہ آگے چل کر اسی صفحہ کی طرف ۱۲، ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

”ناجیز نے دلائل کے ساتھ مجبور کر کے اُس سے احمد رضا خان خیانتی لعنتی، تمیں بار کھلوا“ اہ بلطفہ

اگر کوئی شخص نافوقی کو خیانتی، لعنتی کہے تو کیا یہ آپ کے نزدیک دشنام دہی قرار نہیں پائے گی؟

ایک ہی صفحہ کی دو مختلف سطروں سے آپ کی تضاد بیانی اور دروغ گوئی واضح ہو گئی۔ یہ مثال تو بلور ”شے نمونہ از خروارے“ ہے

ورنہ آپ کا سارا مضمون اسی قسم کی تضاد بیانی اور لاعلمی و دروغ گوئی سے بھر پور ہے۔

آپ کے سب سے پہلے خط کے جواب میں اگر میں جواب دینے کا وعدہ نہ کرتا تو بخدا ہرگز جواب نہ دیتا کیوں کہ اس سارے



مضمون میں فتویٰ کے سوا جواب دینے کے قابل کوئی بات ہی نہیں۔

آخر میں اتنا اور عرض کر دوں کہ اگر اس کے بعد آپ نے کچھ لکھنے کی جسارت کی تو مجھ سے اُس کے جواب کی توقع ہرگز نہ رکھنا کیوں کہ میں اپنے دینی و علمی مشاغل میں اس قدر مصروف ہوں کہ اس قسم کے فتویٰ کی طرف متوجہ ہونے کی مجھے فرصت بھی نہیں۔

نقطہ

سید احمد سعید کاشمی غفرلہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۸۰ء

اب لکھنے اپنے مضمون کا جواب ملاحظہ فرمائیے!

حامداً و مصلیاً و مسلماً

نافتوی صاحب کا اعتقاد ختم زمانی اور اس کی حقیقت:

آپ نے اپنے مضمون کے صفحہ نمبر ۱ پر فرمایا نافتوی صاحب نامیہ بعضی آخر النہیوں کے بالکل مستعد و مقرر ہیں چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ نمبر ۱۱ میں وہ ختم نبوت کے انکار کنندہ کو بایں الفاظ کا فرقرار دیتے ہیں کہ جو جس طرح تعداد رکعت کا منکر کافر ہے ایسا ہی ختم نبوت کا منکر بھی کافر ہے۔ اہ بلفظہ (تحذیر)

جواباً عرض ہے کہ آپ نے تحذیر سے نافتوی صاحب کی عبارت نقل کرنے میں ایسی بدترین خیانت کی ہے کہ جو کسی مسلمان کے نزد یک قابل معافی نہیں۔

تحذیر کی اصل عبارت یہ ہے۔

”سو یہ مدت اور الفاظ باوجود تو اتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تو اتر تعداد رکعات فراخس و وتر وغیرہ باوجود یکہ الفاظ احادیث مشرقتہ اور رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔“ (بلفظہ (تحذیر) صفحہ ۹)

نافتوی صاحب کے نزد یک رکعات وتر بھی متواتر ہیں

نافتوی صاحب نے اس عبارت میں اعداد اور رکعات فراخس کے تو اتر میں وتر کو بھی شامل کر لیا ہے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت سے واضح ہے۔ لیکن آپ نے اس حصہ کو خیر مادر کی طرح ہضم کر کے اشد ترین خیانت جہرمانہ کا ارتکاب کیا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ اعداد رکعات فراخس کا منکر اسی لئے کافر ہے کہ یہ اعداد تو اتر سے ثابت ہیں اور تو اتر شرعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جب نافتوی صاحب نے اس تو اتر میں وتر کو بھی شامل کر لیا ہے تو نافتوی صاحب کے نزد یک وتر کی تعداد رکعات کا منکر بھی کافر قرار پائے گا اور کافر بھی ایسا جیسا کہ

ختم نبوت کا منکر کافر ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان چاہتا ہے کہ فرائض کی طرح وتر تو اتر میں شامل نہیں۔ آج تک فرضوں کی رکعتوں میں اختلاف نہیں پایا گیا کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ مثلاً عصر کے تین فرض جائز ہیں یا مغرب کے فرضوں کی دو رکعتیں پڑھ لی جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ بخلاف وتر کے کہ سلف صالحین سے لیکر آج تک وتر کی رکعتوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔

دیکھئے بخاری شریف میں ہے۔

قال القاسم وأما ما سئلوا ذكر كذا بوترين ثلاث وإن كلالوا واسع وأرجو أن لا يكون يفي منه بأس انتهي بخاری شریف جلد اول ص ۱۳۵

### تعداد رکعات وتر میں اختلاف امت

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ہم نے جب سے لوگوں کو پایا انہیں تین رکعات وتر پڑھتے دیکھا اور گنجائش سب میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ کسی شئی میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کے تحت فرماتے ہیں

قال الكرماني قوله (أي قاسم بن محمد بن أبي بكر رضى الله عنه) ان كلالا أي وان كل واحد من الركعة او الثلاث والخمس والسبع وغيرها جائز انتهي (فتح الباری ص ۳۸۹، ج ۲)

یعنی علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضرت قاسم بن محمد کے قول ان کلا کے معنی یہ ہیں کہ وتر ایک رکعت، تین رکعت اور پانچ رکعتیں اور سات وغیرہ سب جائز ہیں۔ یہ مسئلہ امت مسلمہ کے نزدیک قطعی اجماعی ہے۔ فرائض کی رکعات کی تعداد وتر سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات کی تعداد وتر سے ثابت نہیں۔ لہذا اس کا منکر کافر نہ ہوگا مگر نافقوی صاحب نے دونوں کو وتر میں شامل کر کے تعداد رکعات وتر کے منکر کو بھی کافر قرار دے دیا۔ بنا بریں نافقوی صاحب کے نزدیک معاذ اللہ وہ تمام اسلاف کرام اور ائمہ دین کا فخر قرار پائیں گے جنہوں نے تعداد رکعات وتر میں اختلاف کیا یا اگر آپ نافقوی صاحب کے خلاف نسبت مسلمہ کے مسلک کو حق سمجھتے ہیں تو ان پر اجماع قطعی کے انکار کا حکم لگانا پڑے گا اور ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کی عبارت منقولہ بالا کے مفہوم میں صریح تضاد ہے کہ احد اور رکعات فرائض کے منکر کی طرح ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور احد اور رکعات وتر کے منکر کی طرح وہ کافر نہیں۔ متضاد عبارت کسی دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ لہذا فقہ حنفی کی اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منکر ختم نبوت اس کے نزدیک کافر ہے۔

۲: اس کے بعد اسی صفحہ پر آپ نے صاحب تجدیر کے معتقد ختم زمانی ہو سکی دلیل مناظرہ عجیبہ سے نافقوی صاحب کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

صرف عقیدہ لکھ دینا کافی نہیں:

”حاکمیت زمانی اپنا عقیدہ ہے۔“

”ناحق تہمت کا کچھ علاج نہیں“ احہ اعظم

جواباً عرض ہے کہ مناظرہ مجبیہ میرے عیاش نظر نہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے حسب سابق یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہو اور بر تقدیر تسلیم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ محض قلم سے لکھ دینے سے کسی کا کوئی اسلامی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے خلاف اپنے لکھے ہوئے غیر اسلامی عقیدے سے تو پہ نہ کر لے۔ دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے دعویٰ نبوت سے تاب نہ نہیں ہوا، اس لئے اس کی تحریروں میں حضور ﷺ کے آخری انبیین ہونے کا اقرار اسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا۔

اس ختم نبوت کے مسئلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا قادیانی کا ختم نبوت کے عقیدہ کا اقرار اور اس کا انکار:

دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا لیکن اس کے باوجود اس نے خود دعویٰ نبوت کر کے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کر دیا۔

مرزا یوں کالا ہوئی فرقہ مرزا کو کفر سے بچانے کے لئے اس کی ان تحریروں کو پیش کرتا ہے جن میں اس نے ختم نبوت کا اقرار کیا اور حضور ﷺ کے بعد معنی نبوت کو کاذب اور کافر قرار دیا اور اپنا یہ عقیدہ لکھا کہ

”میں ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے معنی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر مانتا ہوں۔“

آئیے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ”اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا معنی ہے۔ ملائک کا سکر، بہشت و دوزخ کا انکسار اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور یلیہ اللہ راو و معراج نبوی سے بالکل منکر ہے۔

لہذا میں ائمہ اربعہ کا الحق عام و خاص اور تمام ہر رنگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام ہر اس فرخترہ ہے۔ میں نہ نبوت کا معنی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور یلیہ اللہ راو و غیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔

اور جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی زو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے معنی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔ اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و وسیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔“ (اعلان موعود ۲ مکتوبر ۱۸۹۱ء (مقول از کتاب ”مجدد اعظم“)

۲۔ مرزا صاحب کی دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

کیوں کہ حسب تصریح قرآن کریم: رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیلی کے ذریعہ حاصل کئے ہوں۔

لیکن وہی نبوت پر تو تیرہ سو سال سے ہر لگ چکی ہے کیا یہ ہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟ اھ

(ازالۃ الالہام صفحہ ۵۲۳ مقبول از مجدد اعظم صفحہ ۲۸۳)

۳۔ مرزا قادیانی کی تیسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

میں سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر جانتا ہوں۔ اھ

(اشتمار ۱۲ مارچ ۱۸۹۱ء (مقبول از مجدد اعظم ص ۲۸۵)

۴۔ مرزا صاحب کی چوتھی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ تقریر واجب الاعلام بمقام دہلی

۵۔ مرزا صاحب کی پانچویں عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

”مجھے کب جائز ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے چالوں۔“ اھ

(حملۃ البشری ص ۷۹ (مقبول از مجدد اعظم ص ۲۸۵)

اس مسئلہ ختم نبوت میں مرزا قادیانی کا ایک شعر ملاحظہ ہو

ہست او خیر المرسل خیر الالہام ☆ نبوت را بر و شد القتام

(مقبول از کتاب مجدد اعظم ص ۳۵۹)

ان عبارات کے علاوہ بکثرت عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی ہیں جن میں اس نے صاف اور واضح طور پر ختم نبوت کا

عقیدہ ظاہر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہا ہے۔

کیا آپ ان عبارات کی بناء پر مرزا کو ختم نبوت کا قائل اور معتقد و مقرر مان لیں گے؟ جب کہ دوسرے مقامات پر اس کا دعویٰ نبوت

اور ختم نبوت کا انکار موجود ہے۔ دیا جاتی ہے کہ مرزا قادیانی نے ختم نبوت کے عقیدے سے انکار اور اپنے دعویٰ نبوت سے توبہ نہیں کی۔

لہذا اس کی یہ تمام عبارات ناقابل قبول ہیں جن میں وہ ختم نبوت کا اقرار اور حضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کاذب و کافر قرار دیتا

ہے۔ بنا بریں آپ نا نقوی صاحب کی لاکھ عبارتیں بھی ایسی دکھائیں جن میں ختم زمانی کو اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں سب ناقابل قبول

ہیں۔ جب تک کہ آپ اُن کی ان عبارات سے توبہ ثابت نہ کریں جن میں انہوں نے ختم زمانی سے انکار کیا ہے جس کی تفصیل اہمیر

میں عرض کر چکا ہوں اور انشاء اللہ آگے چل کر بھی اس پر مزید روشنی ڈالوں گا۔

**اعلیٰ حضرت پر الزام:**

اس کے بعد آگے چل کر اسی صفحہ پر آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے تقدیر الناس

کی عبارت کا غلط ترجمہ کیا ہے اور لفظی اور معنوی تحریف کر کے خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔



جواب عرض ہے کہ تھذیر الناس کی تین عبارتوں میں جو قطعاً غیر اسلامی عقیدے بیان کئے گئے ہیں ان پر جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواخذہ فرمایا اور پرستار ان تھذیر سے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تو اعلیٰ حضرت پر (تحریف) بددیانتی اور خیانت کے الزامات لگائے۔ تھذیر کے ان تینوں فقرہوں میں کفری مضمون تو تھذیر کے ماننے والے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کفری مضمون کا الزام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لگانا اور تحریف لفظی و معنوی اور خیانت و بددیانتی کو ان کی طرف منسوب کرنا بہتان اور افتراء عظیم ہے۔

### **تھذیر کے تینوں فقرے مکمل ہیں**

اول تو یہ کہ وہ تینوں فقرے مکمل ہیں بالفرض نامکمل بھی ہوں تو ان کے سیاق و سباق کے ساتھ انہیں پڑھا جائے تب بھی وہی معنی نکلتے ہیں جو اعلیٰ حضرت نے بیان فرمائے ہیں۔ انشاء اللہ غریب سیاق و سباق کے ساتھ ان تینوں فقرہوں کو ہم نقل کریں گے۔ ہر منصف حراج پر واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت نے ان کا مشہوم صحیح بیان فرمایا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھذیر کے تینوں فقرہوں کو تھذیم و تاخیر کے ساتھ نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

### **تینوں فقرہوں کی تقدیم و تاخیر کا جواب:**

اہل علم و معصنین کی عادت ہے کہ بعض اوقات مضمون کی وضاحت کے لئے تقدیم و تاخیر کے ساتھ مسلسل جملے نقل کر دیتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر ایسا ہی کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایمان کی کمی بیشی ثابت کرنے کے لئے انہوں نے تمام آیات قرآنہ کو متفرق مقامات سے خلاف ترتیب مسلسل نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے بخاری شریف جلد اول ص ۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت کتاب الایمان: باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس میں فرماتے ہیں قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِيَزْذُقُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ وَذُقْنَاهُمْ هَذَى: وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هَذَى غور کیجئے یہ تمام آیات مسلسل بغیر کسی علامت فصل کے نقل کی گئی ہیں۔ جس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہی آیت قرآنی ہے اور حقیقت میں یہ ایک آیت نہیں۔ بلکہ تین آیات کے حصے ہیں اور وہ بھی متفرق مقامات سے چنانچہ پہلی آیت کا کلام انبرا ”لِيَزْذُقُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ“ قرآن کریم کے چھبیسویں پارے میں سورہ فتح کی چوتھی آیت کا حصہ ہے نمبر ۲: ”وَذُقْنَاهُمْ هَذَى“ دوسری آیات کا حصہ ہے جو پندرہویں پارے کی سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۲ سے لیا گیا ہے اور اس کے بعد نمبر ۳: ”وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هَذَى“ تیسری آیت کا حصہ ہے جو سو لہویں پارے میں سورہ مريم کی آیت ۷۶ سے لیا گیا ہے۔ اگر یہ خیانت ہے تو امام بخاری پر بھی خیانت کا الزام لگائیے۔

(العباد باللہ)

### **نانوتوی صاحب کی تاویلات باطلہ:**

تھذیر الناس کے تینوں جملوں کو سیاق و سباق کے ساتھ نقل کرنے سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ وَلَكِنْ

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے معنی میں تاویلات باطلہ کا اصل نشا کیا ہے؟ تو گزارش ہے کہ صاحب تحفہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کو پیش نظر رکھ کر آیت کریمہ کے معنی میں غلط توجیہات کی ہیں وہ اثر حسب ذیل ہے۔

”ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض ادم کادمکم ونوح کنو حکم و ابراهیم کابراہیمکم وعیسیٰ کمعینکم ونبی کنیکم“

**اثر عبداللہ بن عباس پر کلام:**

نا تو تو صاحب نے اس اثر کو صحیح مان کر ختم نبوۃ کے معنی میں غلط تاویلات کیں حالانکہ اس کی محنت میں محدثین کا اختلاف ہے یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اگرچہ بعض محدثین نے اس اثر کو صحیح الاسناد کہا ہے کما فی المستدرک للحاکم وغیرہ لیکن کسی روایت کا صحیح الاسناد ہونا اس کے صحیح ہونے کو تسلیم نہیں۔ دیکھئے تدریب الراوی شرح تقریب النوادی ص ۹۱ جگہ خود مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب الرفع والتکمیل میں یہی بات کہی کہ صحیح الاسناد کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں اور محضی نے اس کی مثال درج کی ہے اسی اثر عبداللہ بن عباس کو پیش کیا۔ بعض محدثین نے اس کے کذب اور وضع کا بھی قول کیا۔ صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں۔

قال السخاوی فی المقاصد الحسنة حديث الارضون سبع في كل ارض من الخلق مثل ما في هذه حتى آدم كآدمكم و ابراهيم كابر اہیمكم هو مجهول ان صح نقله عن ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنہما علیٰ انه اخذه عن الاسرائیلیات ای اقاول بنی اسرائیل مما ذکر فی التورات او اخذه من علمائهم ومشاائخهم کما فی شرح النخبة وذلك وامثاله اذالم یخبر به ویصح سندہ الی معصوم فهو مردود علی قائلہ: انتہی

کلام المقاصد مع تفسیر الاسرائیلیات. روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۲۴ تا ۲۸ اور ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں۔

قال ابن کثیر بعد عزوہ لابن جریر وهو مجهول ان صح نقله ای عن ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنہما انه اخذه عن الاسرائیلیات وذلك وامثاله اذالم یصح سندہ الی معصوم فهو مردود علی قائلہ موضوعات کبیر ص ۱۹ اور علامہ الرازی صاحب تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

و ذکر ابو حیان فی البحر نحوہ عن الجبر وقال هذا حديث لاشك فی وضعه وهو من رواية الوافدي الکذاب (روح المعانی ص ۲۸ تا ۲۹)

اگر علامہ حافظ ابن کثیر کی نقل پر آپ کو بہت تازہ ہے تو لیجئے اس کی حقیقت خود علامہ ابن کثیر کی تحریر سے ان کی کتاب ”البدایہ

انہما یہ“ میں ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ ابن کثیر البیہاقیہ میں فرماتے ہیں۔

وهكذا الاثر المروى عن ابن عباس انه قال فى كل ارض من الخلق مثل ما فى هذه حتى ادم كما  
ادعكم و ابراهيم كابر ابيكم فهذا ذكره ابن جرير مختصرا و استقصاه البيهقى فى الاسماء  
والصفات وهو مجهول ان صح نقله عنه على انه اخذه ابن عباس رضى الله تعالى عنهما من  
الاسرائيليات و الله اعلم (البدایہ والنہایہ ص ۲۱ جلد ۱)

### علامہ سخاوی کے حق میں بدگونی:

علامہ سخاوی کو آپ نے معاذ اللہ بُرا بھلا کہا ہے محض اس لئے کہ انہوں نے نافوتی صاحب کی حج کئی کی ہے، مگر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اس حج کئی میں امام سخاوی تہا نہیں۔ صاحب روح البیان، صاحب روح المعانی، امام ابو حیان، حافظ ابن کثیر سب شامل ہیں۔ پھر ان سب کے حق میں وہی الفاظ استعمال کیجئے جو امام سخاوی کے حق میں استعمال کئے ہیں۔ امام بیہقی کی تصحیح کو تہذیر الناس کے پرستاران نے اصل بنیاد قرار دیا ہے لیکن آپ نے البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جس میں انہوں نے استقصاء البیہقی فی الاسماء والصفات فرمانے کے باوجود فرمایا وہو مجهول اور بر تقدیر صحت ان صح نقله عنه علی انه اخذه ابن عباس رضى الله تعالى عنهما عن الاسرائيليات و الله اعلم البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۱ جلد اول

علامہ ابن کثیر کی اس تصریح کے بعد بیہقی کی تصحیح کی بنیاد بھی جہد ہو گئی۔ واللہ الحمد: اور ساتھ ہی صاحب تہذیر کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ اثر ابن عباس حکما مرفوع ہے اس لئے کہ وہ ایسی بات رسول اللہ ﷺ سے بغیر اپنی عقل سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بغیر سنے ایسی بات عقل سے نہیں کہی جاسکتی لیکن یہ سننا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے علماء سے سننا پایہ ثبوت تک پہنچ گیا جیسا کہ روح البیان علامہ سخاوی، طاعلی قاری، صاحب تفسیر، روح المعانی، امام ابو حیان اور ابن کثیر کے حوالہ جات ہم نقل کر چکے ہیں۔ بر تقدیر صحت نقل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اثر اسرائیلیات سے لیکر اس کی تائید و توثیق نہیں فرمائی نہ اس کو کسی اسلامی عقیدے کی بنیاد قرار دیا، ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ قیامت تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ روایت رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ نہ کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ علماء بنی اسرائیل سے یہ روایت سن کر انہوں نے اس کی تائید و توثیق فرمائی ہو۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن کا جواب انشاء اللہ قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں صاحب تہذیر یا کسی اور کا یہ دعویٰ کہ اس کا اثر حکما مرفوع ہے۔ قطعاً باطل اور عبارت مذکورہ کی روشنی میں دروغ ہے فرودغ ہے۔

### تہذیر الناس میں اثر ابن عباس کی تاویل باطل محض ہے۔

اگر بغرض محال ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ واقعی اس روایت کا حکما مرفوع ہونا ثابت ہے تو اس کی یہ تاویل کہ چھ خاتم چھ زمیوں میں پائے جاتے ہیں باطل محض ہے اس کی صحیح تاویل وہی ہے جسے ہم فیض البہاری سے التبشیر میں نقل کر چکے ہیں۔ دیکھئے فیض البہاری میں

انور شاہ صاحب کشمیری اس اثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت فرماتے ہیں۔

وقد ثبت عند الشرع وجودات للشي قبل وجوده في هذا العالم وحينئذ يمكن لك ان تلزم

كون الشيء الواحد في عوالم مختلفة بكون محدود فيض الباري جلد ۳ ص ۲۳۲

یعنی شرع سے ثابت ہے کہ اس عالم میں آنے سے پہلے عوالم مختلفہ میں ایک شئی کے متعدد وجود ہیں جو ان عوالم مختلفہ میں پائے جاتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک ہی شئی کو مختلف جہانوں میں ضمیر کسی محدود کے تسلیم کر لیا جائے۔

**بر تقدیر تسلیم اثر مذکور کی صحیح تائید:**

یعنی بر تقدیر تسلیم اثر مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے آدم و موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ان کے آدم و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

اس صورت میں کافی تشبیہ مذکور ہو گا جیسے لیس عکینہ ضعیف میں بعض شخا نے کافی کوزا مذکور فرمایا ہے۔

**جزئی حقیقی کا تعدد:**

اس مقام پر یہ شرط کہ جزئی حقیقی کا تعدد محال ہے درست نہیں، کیونکہ یہ تعدد ممکن بلکہ قید مکان سے آزاد ہوتا ہے جو ممکن اور تحت قدرت ہے اسے محال کہنا بگزشتہ درست نہیں۔

**آیت کریمہ اللہ الذی خلق سبع سموات کا ظاہری مفہوم**

علامہ وائس آیت کریمہ اللہ الذی خلق سبع سموات و من الآرض مغلنہن یتزلی الاخر بینہن کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ان کی سات رات زمینیں پیدا کیں ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔

**اثر عبد اللہ بن عباس کو اس آیت کریمہ کی تفسیر قرار دینا غلط ہے**

اثر عبد اللہ ابن عباس (جس کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے) کو اس آیت مبارکہ کی تفسیر قرار دینا خود حضرت عبد اللہ ابن عباس کے قول کی روشنی میں باطل محض ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ایک شخص نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (سبع سموات و من الآرض مغلنہن) کی تفسیر دریافت کی تو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا ”ما یؤمک ان اخبرک بہا فکفر“ تفسیر ابن کثیر جلد رابع ص ۲۸۵ ”یعنی اگر میں تجھے اس آیت کے معنی بتا دوں تو مجھے خوف ہے کہ تو اس آیت کا انکار کر کے کافر ہو جائے۔“

اس صفحہ پر علامہ ابن کثیر نے مجاہد کی ایک روایت نقل کی کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”لو حدثکم بتفسیرہا لکفرتم و کفرکم تکلیکم بہا“ انتہی

یعنی اگر میں اس آیت (و من الآرض مغلنہن الآیۃ) کی تفسیر تمہیں بتا دوں تو تم ضرور کفر کرو گے اور وہ کفر یہ ہو گا کہ تم اس آیت کی کلمہ یب کروں گے۔“



انور شاہ صاحب کشمیری اس اثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت فرماتے ہیں۔

وقد ثبت عند الشرع وجودات للشي قبل وجوده في هذا العالم وحينئذ يمكن لك ان تلزم

كون الشيء الواحد في عوالم مختلفة بكون محدود فيض الباري جلد ۳ ص ۲۳۲

یعنی شرع سے ثابت ہے کہ اس عالم میں آنے سے پہلے عوالم مختلفہ میں ایک شئی کے متعدد وجود ہیں جو ان عوالم مختلفہ میں پائے جاتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک ہی نئی کو مختلف جہانوں میں ضمیر کسی محدود کے تسلیم کر لیا جائے۔

**بر تقدیر تسلیم اثر مذکور کی صحیح تائید:**

یعنی بر تقدیر تسلیم اثر مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے آدم و موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ان کے آدم و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

اس صورت میں کافی تشبیہ مذکور ہو گا جیسے جس عکینہ ضیائی میں بعض شعا نے کافی کوزا کمہ قرار دیا ہے۔

**جزئی حقیقی کا تعدد:**

اس مقام پر یہ شرط کہ جزئی حقیقی کا تعدد محال ہے درست نہیں، کیونکہ یہ تعدد ممکن بلکہ قید مکان سے آزاد ہوتا ہے جو ممکن اور تحت قدرت ہے اسے محال کہنا بگزشتہ درست نہیں۔

**آیت کریمہ اللہ الذی خلق سبع سموات کا ظاہری مفہوم**

علامہ وائس آیت کریمہ اللہ الذی خلق سبع سموات و من الآرض مغلنہن یتزولن الاخر بینہن کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ان کی مثل سات زمینیں پیدا کیں ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔

**اثر عبد اللہ بن عباس کو اس آیت کریمہ کی تفسیر قرار دینا غلط ہے**

اثر عبد اللہ ابن عباس (جس کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے) کو اس آیت مبارکہ کی تفسیر قرار دینا خود حضرت عبد اللہ ابن عباس کے قول کی روشنی میں باطل محض ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ایک شخص نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (سبع سموات و من الآرض مغلنہن) کی تفسیر دریافت کی تو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا ”ما یؤمک ان اخبرک بہا فکفر“ تفسیر ابن کثیر جلد رابع ص ۲۸۵ ”یعنی اگر میں تجھے اس آیت کے معنی بتا دوں تو مجھے خوف ہے کہ تو اس آیت کا انکار کر کے کافر ہو جائے۔“

اس صفحہ پر علامہ ابن کثیر نے مجاہد کی ایک روایت نقل کی کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”لو حدثکم بتفسیرہا لکفرتم و کفرکم تکلیکم بہا“ انتہی

یعنی اگر میں اس آیت (و من الآرض مغلنہن الاخر) کی تفسیر تمہیں بتا دوں تو تم ضرور کفر کرو گے اور وہ کفر یہ ہو گا کہ تم اس آیت کی کلمہ سب کر دو گے۔“

ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر ہی نہیں کی ورنہ لازم آئے گا کہ انہوں نے لوگوں کو کفر کرنے اور اس آیت کی تکذیب کی دعوت دی۔ العیاذ باللہ

اگر کہا جائے کہ اثر مذکور کو روایت کرتے ہوئے راوی کہتا ہے کہ ”عن ابن عباس فی ہذہ الایۃ تو یاد رکھئے کہ یہ قول راوی کا ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق فی ہذہ الایۃ کہہ دیا۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہرگز نہیں کہا کہ یہ ہر اکلام [جسے ہم اثر عبداللہ ابن عباس سے تعبیر کرتے ہیں] آیت کریمہ ”وَمِنَ الْأَذْضِ مِثْلُهُنَّ“ کی تفسیر ہے کیوں کہ وہ بار بار فرما چکے ہیں کہ اگر میں آیت کی تفسیر تمہارے لئے بیان کروں تو تم اس آیت کی تکذیب کر کے کافر ہو جاؤ گے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے وہ اپنے اس اثر میں آیت مذکورہ کی تفسیر بیان کر کے مسلمانوں کے لئے کفر کرنے کا موقع فراہم کریں۔

### تفسیر آیت میں خوف کفر کی وجہ:

رہا یہ امر کہ اس آیت کی تفسیر سن کر لوگوں کے کفر اور آیت کی تکذیب کے خوف کی وجہ کیا ہے؟ تو اس کی وضاحت علامہ سید محمود الوسی نے اسی آیت کے تحت تفسیر روح المعانی میں کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

وقد يلزم الإبقاء على الظاهر وتفويض الأمر إلى قدرة الله تعالى التي لا يحاسبها شيء ورعاية  
لاذهان العوام المقيدین بالظواهر الذين يعدون الخروج عنها لاسيما إلى ما يوافق الحكمة الجديدة  
ضلالاً محضاً وكفراً صرفاً ورحم الله تعالى امر أجب الغيبة عن نفسه وقد اخرج عبد بن حميد و  
ابن الضريس وابن حميد من طريق مجاهد عن ابن عباس في هذه الآية قال لوحد شككم بتفسيرها  
لکفرتم بتشکلیکم بها اهـ بافظ (روح المعانی ۲۸/۱۸)

علامہ الوسی کے بیان سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کے معانی میں قدرت الہیہ کے ایسے اسرار و فیض تھے جن تک لوگوں کے ذہن کی رسائی نہ تھی کیوں کہ جو لوگ ظواہر سے مانوس ہیں اگر ان کے سامنے ایسے اسرار و فیض بیان کر دئے جائیں جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہوں تو ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے ضلالت اور کفر سمجھ کر اس کا انکار کر دیں اور اس طرح خود قرآن کی تکذیب کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو جائیں اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمادیا کہ اگر میں تمہارے سامنے اس آیت کی تفسیر کروں تو تم آیت کی تکذیب کر کے کفر میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

### صاحب روح المعانی جناب نانوتوی صاحب کے ہمنا نہی:

صاحب روح المعانی کے متعلق آپ کو معلوم ہوا ہے آپ نے علامہ الوسی کو نانوتوی صاحب کا موصوٰفہ سمجھ لیا ہے۔ علامہ الوسی کا یہ کہنا کہ لا ممانع عقلاً ولا شرعاً من صحته نانوتوی صاحب کے ردِ بلوغ پر مبنی ہے۔ علامہ موصوف روح المعانی میں اثر مذکور کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واقول لا مانع عقلا ولا شرعا من صحته والمراد ان في كل ارض خلقا يجمعون الى اصل واحد  
رجوع بنسب آدم في ارضنا الى آدم عليه السلام وفيه افراد ممتازون على سائرهم كنوح وابراهيم  
وغیرهما ۱۵ (روح المعانی ص ۱۲۵)

دیکھئے علامہ موصوف بقیر چھ زمینوں میں نافوتوی صاحب کی طرح انبیاء کا وجود تسلیم نہیں کرتے بلکہ ممتاز افراد کا وجود مانتے ہیں  
جو (نبوة میں نہیں بلکہ) ممتاز ہونے میں نوح و ابراہیم وغیرہما (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی مانند ہیں۔ نافوتوی صاحب تحذیر الناس میں  
علامہ الوسی کی اس تاویل کا انکار کر چکے ہیں اس کے باوجود آپ کا یہ سمجھنا کہ صاحب روح المعانی بھی نافوتوی صاحب کے ہموار ہیں قطعاً  
باطل و مردود ہے۔ علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں ارشاد مذکور نقل کیا ہے۔ اس کی تائید نہیں کی بلکہ البدایہ و النہایہ میں ہر تقدیر حجت سے  
از قبیل اسرائیلیات قرار دیا جیسا کہ ہم اس سے قبل حوالہ دے چکے ہیں۔ کچھ میں نہیں آتا کس منہ سے آپ ان حضرات کو نافوتوی  
صاحب کا مؤید کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی یہ غلط فہمی بھی دور کر دوں کہ ”يَنْسَوْنَ الْأَنْفُسَ نِسْهَةً“ میں وحی نبویہ ہمارا نہیں بلکہ امور  
مکتوبیہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام اور قضاء و قدر کا جاری ہونا مراد ہے۔ دیکھئے علامہ الوسی فرماتے ہیں۔

(يَنْسَوْنَ الْأَنْفُسَ نِسْهَةً) ای یجری امر اللہ تعالیٰ وقضاء و قدره عز وجل بینهن ویفعل ملکہ فیہن  
(روح المعانی ص ۱۲۸)

اب نافوتوی صاحب کی طرف آئیے اور دیکھئے کہ انہوں نے اسی ارشاد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تاویل کرتے ہوئے  
”تحذیر الناس“ میں کیا کل نشانی فرمائی ہے جس پر اعلیٰ حضرت نے مواخذات فرمائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے  
حسام الحرمین میں تحذیر کے جن تین جملوں پر مواخذہ فرمایا ہے ہم ان تین جملوں کو ترحیب و اریاق و سہاق کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

**تحذیر کا پہلا جملہ مع سیاق و سباق:**

(۱) بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے یا نہیں تاکہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو۔  
سوجوہام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا یا نہیں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری  
ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ قطعیات نہیں پھر مقام مدح میں ”وَلَكِنْ رَّسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“  
فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو  
البتہ خاتمیت با شہار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہیں ہوگی کہ اس پر ایک تو خدا کی  
جانب نحوذ بانہ زیادہ کوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و عقل و رنگ و نسب و کونیت وغیرہ اوصاف میں جن کو  
نبوۃ یا اورفضائل میں کچھ خل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ ۱۵ (تحذیر الناس ص ۲-۳)

صاحب تحذیر نے اس عبارت میں عوام کا مقابل اہم فہم سے کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نافوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے

معنی آخری نبی سمجھنے والے عوام اہل فہم نہیں۔ اب دیکھئے کہ

**خاتم النبیین کے معنی آخری نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں:**

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تعلیم فرمائے۔ دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کے وہی معنی بیان فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائے۔ دنیا میں کوئی شخص ہے جو یہ بات ثابت کر دے کہ نبی کریم ﷺ نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان فرمائے ہوں بلکہ اس کے بغیر اس مضمون کی تمام احادیث میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی وارد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا "اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي" میں خاتم النبیین ہوں یعنی آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

**تمام صحابہ اور سلف صالحین نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی سمجھے:**

نبی کریم ﷺ نے بھی معنی صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے اور صحابہ نے تابعین کرام کو علیٰ ہذا القیاس تمام حدیثیں، مفسرین، احمد، مجتہدین کل علماء راہین نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین سمجھے اور اسی پر ایمان لے آئے اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ صحابہ یا تابعین یا احمد، مجتہدین میں سے کسی نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان کئے ہیں تو ہم اپنی غلطی تسلیم کر کے صاحبِ تقدیر کی بات صحیح مان لیں گے لیکن کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکا۔ معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین ہیں اور قرآن کے یہ معنی متواتر ہیں۔ قرآن مجید کے معنی متواتر کوہام اور کم فہم لوگوں کا خیال قرار دینا قرآن مجید کے معنی متواتر کا انکار ہے اور جو حکم الفاظ قرآن کے منکر کا ہے وہی حکم قرآن پاک کے معنی متواتر کے منکر کا ہے۔ صاحبِ تقدیر نے اس عبارت متحولہ بالا میں رسول اللہ ﷺ سے لیکر تمام صحابہ تابعین اور احمد، مجتہدین بلکہ کل امت محمدیہ کو محاذ اللہ عوام اور کم فہم قرار دے دیا کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ سے لیکر آج تک ساری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہیں۔ یاد رکھئے بناء خاتمیت صرف ختم زمانی پر ہے اور آیت کریمہ "وَلَكِنْ رُسُلُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ" میں خاتم کے معنی صرف "آخری نبی" ہیں۔ لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنی آخر النبیین کے سوا کچھ نہیں۔ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ آیت مبارکہ میں صرف ختم زمانی مراد ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل اجماع امت کے قلعاً خلاف ہے۔ دیکھئے آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دہلوی خٹا، قاضی عیاض کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

**قرآن کریم کے لفظ خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین قطعی اجماعی ہیں**

لانه اخبر ﷺ انه خاتم النبیین لا نبی بعده و اخبر عن الله تعالى انه خاتم النبیین ..... واجتمعت الامة

على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في

كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً اجماعاً ومسماً (شفاء قاضی عیاض ص ۲۸۵ ج ۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکا اور اللہ



تعالیٰ کی طرف سے یہ خبری دی ہے کہ آپ ﷺ دنیا کے شتم کریندالے ہیں اور اسی پر امت کا جماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں میں محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہیں۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اسکا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ (شتم العبدی فی الامار ص ۹-۱۰)

اور اس پر امت کا جماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ "قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر اجماع امت نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ" کے معنی آخر النبیین بالکل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور لفظ خاتم کے ظاہری معنی فقہ آخر کے ہیں اور وہی بغیر کسی تاویل کے مراد ہیں۔ ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین پر امت کا جماع ہے اور یہاں وہی معنی بلا تاویل و تخصیص مراد ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ جس معنی پر اجماع امت ہوا ہے عوام کا خیال قرار دینا کتنی بڑی جرات ہے۔ یہاں لفظ وہی کلمہ صر کا ہے صحر میں ماسوائے مذکور کی نفی ہوتی ہے لہذا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہوئے اس کے علاوہ یہاں خاتم مرتبی وغیرہ کی قطعاً نفی ہوگئی۔ اس مقام پر بعض پرستارانی تحذیر کا یہ کہنا کہ قاضی عیاض کے کلام میں یہ صحر اضافی ہے اور بالذات الی تاویل الملاحظہ کلمہ صحر بولا گیا ہے قطعاً غلط اور ناقابل قبول ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کلمہ صحر کو اجماع امت کے ضمن میں نقل کر رہے ہیں خود ان کے کلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ "وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ" کے جو معنی اجماع امت سے نقل کئے ہیں کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اجماع امت کے اس قطعی معنی کے بعد صحر اضافی کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی۔ واللہ الحمد

عبارت منقول بالا میں نانوتوی صاحب نے فرمایا

مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

**نانوتوی صاحب کے نزدیک قرآن کے لفظ خاتم کو تاخر زمانی پر محمول کرنا غلط ہے**

دراصل نانوتوی صاحب آیت کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ" میں لفظ خاتم کو تاخر زمانی پر محمول کرنا غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں چونکہ بالذات کچھ فضیلت نہیں اس لئے مقام مدح میں اس کا بیان فرمانا صحیح نہیں ہو سکتا۔ میں عرض کروں گا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کسی فضیلت کا نہ ہونا کیا اس بات کو مستلزم ہے کہ مقام مدح میں اس کا بیان کرنا صحیح نہ ہو۔

بے شمارہ شیوں میں تقدیم و تاخر زمانی مقام مدح اور فضیلت میں وارد ہے مثلاً انا اولہم خلقا و آخرہم بمعنا ایک حدیث

میں وارد ہے۔ انا اول شافع وانا اول مشفع۔ ایک حدیث میں ہے انا اول من يفرع باب الجنة یہ تمام احادیث مقام مدح میں وارد ہیں حالانکہ یہاں بھی تقدم یا تاخر میں بالذات فضیلت نہیں۔ بلکہ بالنسبہ الی مصناف البہم فضیلت ہے۔ اسی طرح خاتم النعمین میں بھی بالنسبہ الی مصناف البہم موجود ہے جس کی بناء پر خاتم النعمین کا ذکر مقام مدح میں بالکل صحیح ہے۔ ہاں جو وصف ایسا ہو کہ اس میں نہ بالذات فضیلت ہو نہ بالنسبہ الی مصناف الیہ اور وہ وصف اصلاً فضیلت سے خالی ہو تو بیشک اسے مقام مدح میں بیان کرنا صحیح نہ ہوگا۔ جب تا فتویٰ صاحب کے نزدیک مقام مدح میں ”خاتم النبیین“ کا بیان صحیح نہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس وصف میں اصلاً کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ”صمام الحرمین“ میں تا فتویٰ صاحب کی اس عبارت کا صحیح خلاصہ بیان فرمادیا کہ تا فتویٰ صاحب کے نزدیک ختم زمانی میں اصلاً کوئی فضیلت نہیں۔ تحذیر الناس کی اس عبارت میں اس مقام پر بالذات کا لفظ قطعاً بے معنی اور مہمل ہے کیونکہ مقام مدح میں کسی وصف کو بیان کرنے کے لئے اس میں فضیلت بالذات کا ہونا ہرگز شرط نہیں۔ قرآن و حدیث میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا بیان ان کی مدح میں وارد ہوا ہے حالانکہ تا فتویٰ صاحب کے نزدیک ان میں سے کسی کی نبوت و رسالت بھی بالذات نہیں۔

عبارت ”تحذیر میں لفظ ”بالذات“ خود تا فتویٰ صاحب کے نزدیک بھی بے معنی ہے۔ ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ مقام مدح میں بیان کرنے کے لئے کسی وصف میں بالذات فضیلت ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے لفظ بالذات اس عبارت میں مہمل ہے۔ تا فتویٰ صاحب نے اس عبارت ”میں کچھ فضیلت نہیں“ کہہ کر اصلاً فضیلت کا انکار کر دیا اور لفظ ”کچھ“ نہ لکھتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ بالذات کو اس کے مہمل ہونے کی وجہ سے ترجمہ میں چھوڑ دیا اور لفظ ”کچھ“ کا مفہوم ”اصلاً“ کہہ کر بیان فرمادیا۔ اب سوچئے کہ اعلیٰ حضرت نے یہاں کوئی خیانت کی؟ خود تا فتویٰ صاحب کے نزدیک بھی یہاں ”لفظ بالذات“ بے معنی تھا۔ اس لئے انہوں نے تحذیر الناس کی اس عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ”لفظ بالذات“ کو چھوڑ دیا ہے۔

دیکھئے مکتوبات قاسم المعروف قاسم العلوم معادرتہ جمہ انوار النجود ص ۵۵ طبع لاہور

(مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل)

”معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر ہر مہمتاں ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ و باز نبی دیگر نخواہد آمد مگر میدانی کہ ایں نصیحت کہ مدعی است در ایں تہذیبی اہ (قاسم العلوم ص ۵۵)

(ترجمہ) خاتم النبیین کا معنی ظنی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہے ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ گزشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا رہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں خاتم النعمین ﷺ کی نبوت کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔ اہ (انوار النجود مہتر جمہ قاسم العلوم ص ۵۵)

اس عبارت میں نافوقی صاحب نے فضیلت بالذات کا ذکر نہیں کیا صرف اتنا کہہ کر کلام ختم کر دیا کہ ”مدعی است وراں نہ ذی“ معلوم ہوا کہ لفظ بالذات کا مہمل ہونا نافوقی صاحب کو بھی ”مسلم“ ہے اگر اسی کا نام خیانت ہے تو نافوقی صاحب نے بھی تجذیری کی عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے خیانت کا ارتکاب کیا۔ ”فما جو ابکم فہو جو اینا“

### اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی خیانت نہیں کی

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نافوقی صاحب کے کلام کا خلاصہ بیان فرمانے میں قطعاً کسی خیانت سے کام نہیں لیا بلکہ نافوقی صاحب نے دین میں خیانت کی مقام مدح میں کسی وصف کے ذکر کیے جانے کو اس میں ”بالذات فضیلت“ کی قید لگا دی اور یہ نہ سمجھا کہ اکثر نصوص شرعیہ آیات و احادیث میں ایسے اوصاف کو مدح میں بیان فرمایا گیا ہے جن میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالذات الیہ مضاف الیہ فضیلت ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی قرآن و حدیث کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس موڈ میں نافوقی صاحب نے بالذات کی قید لگائی تھی جسے بعد میں مہمل سمجھ کر مکتوب کی عبارت میں خود ہی اڑا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ خاتم النعمین مرکب اضافی ہے اور لفظ خاتم بمعنی آخر ہے کیوں کہ وہ النعمین کی طرف مضاف ہے۔ اس میں اضافت کی وجہ سے فضیلت اور اس کا مقام مدح میں بیان فرمانا بالکل صحیح ہے علاوہ ازیں نافوقی صاحب نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ تکمیل دین کا تعلق تاخر زمانی سے ہے اور تکمیل دین فضیلت عظمیٰ ہے۔ اس لئے تاخر زمانی یقیناً فضیلت کا وصف ہے اور اس فضیلت کی وجہ سے مقام مدح میں اسی کا ذکر یقیناً صحیح اور درست ہے۔ رہا مستدرک منہ اور استدراک کا مسئلہ الحمد للہ ”اتہشیر“ میں نہایت تفصیل کے ساتھ ہم اس بحث میں نافوقی صاحب کی غلط تاویلات کا رد کر چکے ہیں جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تجزیری کی عبارت منقولہ بالا میں نافوقی صاحب کا یہ کہنا کہ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیں اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیتے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

یعنی آیہ کریم ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ میں تاخر زمانی (حضور ﷺ) کے آخری نبی ہونے کے معنی) اس وقت صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ خاتم النعمین کو وصف مدح نہ کہا جائے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی نافوقی صاحب فرماتے ہیں کہ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نحوذات باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ، حسب و نسب اور کمونیت و غیرہ اوصاف جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اور وہی کو ذکر کیا۔

میں عرض کروں گا کہ نافوقی صاحب نے اس عبارت میں صاف قرار کر لیا کہ جس طرح اوصاف کو فضائل میں دخل نہیں اسی طرح تاخر زمانی یعنی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کے وصف کو بھی نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیونکہ تاخر زمانی کے وصف اور

اوصاف مذکورہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم ابھی قرآن وحدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ تاخر زمانی میں بالنسبہ الی المضاف یقیناً فضیلت ہے اس لئے مقام مدح میں خاتم النبیین فرمایا گیا۔

### نانوتوی صاحب کی ایک اور شدید غلطی

نانوتوی صاحب نے اسی عبارت حقوق بالا میں ایک اور شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے قد وقامت، شکل و رنگ و حسب و نسب اور سکونت وغیرہ کو بھی فضائل سے خارج کر دیا حالانکہ محدثین کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کی نسب کے اعتبار سے ان تمام اوصاف مقدسہ کو فضائل میں شامل کیا ہے۔

محدثین کرام نے حضور ﷺ کے ان تمام اوصاف جلیلہ مذکورہ کو ابواب المناقب میں ذکر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ بخاری شریف و مسلم شریف، جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳، ج ۲، شفا قاضی عیاض، مواہب اللدیہ و رزرقانی وغیرہ۔

یہ بات کس قدر بدیہی اور ظاہر و باہر ہے کہ یہ تمام اوصاف مذکورہ مقدسہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن جلیلہ فضائل و حماد ہیں وہ کونسا مسلمان ہے جو سرکارِ دو عالم ﷺ کے ان اوصاف مبارک کو حضور کے فضائل میں تسلیم نہ کرے خصوصاً حسب و نسب کا فضائل میں ہونا تو خود حضور ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے احادیث جامع ترمذی وغیرہ۔

توجہ ہے کہ نانوتوی صاحب جو تفسیر الناس میں فضیلت نبوی کو دو بالا ثابت کرنے کے مدعی ہیں ان اوصاف مقدسہ کو فضائل نبوی سے خارج قرار دے رہے ہیں جو حضور ﷺ کے کمال حسن و جمال پر دال ہیں۔ ان سب اوصاف سے خود ذات مقدسہ نبویہ متصف ہے امت مسلمہ کا مسلک یہ ہے کہ کرباس بشریت اور فطرت مقدسین میں بھی ایسی فضیلت پائی جاتی ہے کہ مسلمان ہر قیمت پر ان کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے دل میں آرزو اور تمنا رکھتا ہے۔ اسی صفت پر خاتمیت یا اعتبار تاخر زمانی کی نفی پر کلام کرتے ہوئے نانوتوی صاحب ارتقا فرماتے ہیں۔

### سد باب اتباع مدعیان نبوت

”باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کہا ہے جو کل جھوٹے دھوے کر کے خلائق کو گمراہ نہ کریں البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ جملہ ”مناکان فحشۃ ابا احد یمن زجالکم“ اور جملہ ”ولیکن رسول اللہ و خاتم النبیین“ میں کیا خاسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام مجید نظام میں حضور نہیں اگر سد باب مذکورہ منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے اور فضیلت نبوی و بالا ہو جاتی ہے۔“ (احمد مظہم تھذیر الناس ص ۳) جواباً عرض ہے کہ آیت کریمہ میں ہر دو جملوں کی مناسبت کی بناء پر صحت عطف اور استدراک پر نہایت تفصیل کے ساتھ ہم ”اتشیر“ میں کلام کر چکے ہیں اور نانوتوی صاحب کی غلطی کا ازالہ عبارات مفسرین کی روشنی میں بہت اچھی طرح کر دیا گیا ہے جسے



شوق ہووہ ”التمیہ“ کا یہ مقام غور سے پڑھ لے۔ انشاء اللہ اس پر واضح ہو جائے گا کہ نافقوی صاحب نے ختم زمانی کی نفی میں اس مقام پر جو ریکٹ شبہات پیدا کئے ہیں اور خدا کے کلام مجز نظام میں معاذ اللہ بے ربطی اور بے ارتباطی کا الزام لگایا ہے اجلہ مفسرین کے ارشادات و عبارات کی روشنی میں قطعاً باطل ہے۔ سردست ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ نافقوی صاحب نے آیہ مبارکہ ”وہم النبیین“ میں تاخر زمانی کی نفی کر کے بنائے خاتمیہ اور بات کو ٹھہرایا ہے جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے

موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جس سے تاخر زمانی اور جھوٹے مدعیان نبوت کا سد باب لازم آ جاتا ہے۔ اھ باطل

یعنی حضور ﷺ موصوف بوصف نبوة بالذات ہیں اور حضور کے علاوہ تمام انبیاء موصوف بالعرض ہیں اور اگر حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو وہ موصوف بالعرض ہوگا اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر تمام ہو جاتا ہے اس لئے حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا حضور کے لئے تاخر زمانی لازم ہوا۔

پرتستارانہ تہذیر نافقوی صاحب کی اس عبارت کو حضور ﷺ کے بعد جھوٹے مدعیان نبوة کے سد باب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تاخر زمانی کو نافقوی صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے بڑے علمبراق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

اس عبارت میں نافقوی صاحب کے عقیدہ تاخر زمانی کا دار و مدار صرف اسی بات پر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ وصف نبوة کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور باقی جو بھی ہے وہ وصف نبوة کے ساتھ بالعرض موصوف ہے موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہو جاتا ہے اس لئے حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ہے اس طرح جھوٹے مدعیان نبوة کی نبوة کا سد باب بھی ہو گا مگر اسی تہذیر الناس میں نافقوی صاحب نے حضور ﷺ کو وصف ایمانی کے ساتھ بھی موصوف بالذات اور مؤمنین کو موصوف بالعرض قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے تہذیر الناس میں ارقام فرماتے ہیں۔

”اور یہ بات اس بات کو سطر م ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مؤمنین میں بالعرض“ لایح تہذیر الناس ص ۱۲

اس عبارت کا مفاد یہ ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا کیونکہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی مومن بھی نہیں آ سکتا کیونکہ موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہو جاتا ہے اور اگر اس کے باوجود بھی نافقوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مومنوں کا پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں تو لامحالہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبیوں کا پیدا ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ نافقوی کا عقیدہ تاخر زمانی اور جھوٹے مدعیان نبوة کے سد باب کا قول کہاں گیا؟

صرف یہی نہیں بلکہ نافقوی صاحب نے موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم کر کے حضرت عیسیٰ ﷺ کے نزول کا

دروازہ بھی بند کر دیا کیوں کہ وہ بھی موصوف بالعرض ہیں پھر کچھ میں نہیں آتا کہ نانوتوی صاحب تہذیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر کس منہ سے کر رہے ہیں اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا دروازہ اس لئے بند نہیں ہوا کہ وہ باوجود نبی ہونے کے شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے تو اس قول سے لازم آئے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونے والا نبی آ سکتا ہے کیونکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وصف نبوۃ کے ساتھ موصوف بالعرض ہوگا۔ مختصر یہ کہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کے قصہ کو موصوف بالذات پر ختم کر کے امت مسلمہ کے ایمانی عقیدہ کا انکار کیا ہے۔

میرے اس اعتراض کا آپ سے کوئی جواب نہیں ہوا تو حدائق بخشش سے آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر لکھ دیا جس کا اعتراض سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم و فہم کی ضرورت ہے۔ آپ ان کے کلام کو کیا سمجھیں گے۔ آجئے ہم آپ کو بتائیں۔

سب سے پہلے تو آپ نے یہ شرمناک خیانت مجرمانہ کی کہ اعلیٰ حضرت کی رباعی کے صرف آخری دو مصرعے نقل کر دئے اور کدوؤں مصرعے جن کے بغیر مفہوم مکمل نہیں ہوتا خیرِ مادر کی طرح محض کر گئے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے لفظ عبد القادر کے محاسن میں متعدد رباعیاں ارقام فرمائی ہیں ایک رباعی کے دو شعروں میں پورے چار مصرعے حسب ذیل ہیں۔

بر وحدت او رابع عبد القادر ☆ یک شہد و دو سابع عبد القادر  
انجام دے آغاز رسالت باشد ☆ ایک گو ہم تابع عبد القادر  
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سیدی عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم مبارک ”عبد القادر“ کے محاسن بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ شانِ غوثیت میں سیدی عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی یکائی پر لفظ عبد القادر کا چوتھا حرف (جوا الف ہے) ایک شہاد ہے اور دوسرا شہاد اسی لفظ ”عبد القادر“ کا ساتواں حرف ہے کہ وہ بھی الف ہے چونکہ حرف الف سے یکائی کے معنی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے لفظ عبد القادر کے چوتھے اور ساتویں حرف الف کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سیدی عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ یکائی پر دو شہاد کے طور پر قرار دیا ہے۔ شہادت کا نصاب بھی دو ہے۔

اس کے بعد اس رباعی کے تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں ”انجام دے آغاز رسالت باشد“ یعنی لفظ عبد القادر کا انجام یعنی اس کا آخری حرف ”را“ ہے اس لفظ را سے لفظ رسالت کا آغاز ہوتا ہے آخری مصرعے میں فرمایا ”ایک گو ہم تابع عبد القادر“ یعنی اسے پیروی کرنے والے حضور غوث پاک کی (جب تو نے اس رباعی میں لفظ عبد القادر کے محاسن کو پالیا تو) اب اگلی رباعی بھی کہو (جس میں حرید محاسن مذکور ہیں) مختصر یہ کہ اس رباعی کے چاروں مصرعوں میں لفظ ”عبد القادر“ کے حروف سے سیدی عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کمالا ستیلایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس کے بعد رسالت کا آغاز

ہوتا ہے۔

بتائیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں میرے اس اعتراض کا کیا جواب ہوا؟

اس مقام پر یہ کہنا کہ ”اس عبارت میں نافوتوی صاحب مسئلہ قسم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں“ نیز یہ کہ خاتم سے قسم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ قسم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ شدید قسم کا مغالطہ ہے۔ نافوتوی صاحب کی عبارت میں کہیں حصر کا ذکر نہیں، بلکہ وہ بلا حصر اتمام فرماتے ہیں کہ ”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا یا نہیں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ نفیات نہیں۔ (الح)

ہم نے ابھی اس سے نقل نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے کہ یہ کلام میں لفظ خاتم صرف آخر کے معنی میں ہے اور اس لفظ کے یہی معنی تو اس سے ثابت ہیں اور اس معنی (آخر) پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔

ایسی صورت میں نافوتوی صاحب کا اسے عوام کا خیال قرار دینا اجماع امت اور قرآن کے معنی متواتر کا انکار نہیں تو کیا ہے؟  
نافوتوی صاحب کا پہلا فقرہ اور اس کی تفصیل آپ کے سامنے ہے اس کے بعد بھی اگر آپ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خائن قرار دیں گے تو یاد رکھئے آپ آخری مواخذہ سے بچ سکیں گے۔

### تحذیر الناس کا دوسرا فقرہ:

(۴) اب تحذیر الناس کا دوسرا جملہ جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حسام الحرمین میں نقل کیا ہے اس کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ عیش خدمت ہے۔

”غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت

خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“ اھ

بالنظر (تحذیر الناس ص ۱۳)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خط کشیدہ عبارت کو چھوڑ کر لفظ بلکہ سے عبارت کا آخری حصہ نقل کیا ہے۔ ہم نے پہلی عبارت کو اس لئے شامل کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر خیانت اور تحریف کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔  
سمجھ میں نہیں آتا کہ قسم ذاتی کے لئے جب نافوتوی صاحب قسم زمانی کو لازمی مانتے ہیں تو پھر کسی اور نبی کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کا خاتم ہونا کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔

اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس فقرہ میں بھی کسی قسم کی تحریف یا خیانت سے کام نہیں لیا اور جو لوگ حضرت ممدوح پر یہ الزام لگاتے ہیں وہ قیامت کے دن ضرور مآخوذ ہوں گے۔

(۳) اب تحذیر الناس کی اس تیسرے فقرے کی طرف آئیے جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حسام الحرمین“ میں نقل فرمایا ہے۔ اس فقرے کو بھی ہم سابق کی عبارت کے ساتھ شامل کر کے نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال سامنے آجائے۔

”ہاں اگر خاتمیت بمعنی اقصاف ذاتی بوصف نبوتہ لہجے جیسا کہ اس پیچیدہ ان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی اور افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائی گی بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہوتا پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“ (تحذیر الناس ص ۲۳)

ہم اس وجوہی کو دلائل کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کریمہ ”و خاتم النبیین“ میں لفظ خاتم کے معنی ”آخر“ مقبول متواتر ہیں اور اس آپ کریمہ میں اس لفظ خاتم کے معنی ”آخر“ ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اس کے بعد نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ ”خاتمیت بمعنی اقصاف ذاتی بوصف نبوتہ“ ہے تو یقیناً قرآن کے معنی متواتر اور اجماع امت کا انکار ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نانوتوی صاحب نے ساری امت کے خلاف آیت قرآنیہ کے ایک من گھڑت معنی اپنی طرف سے بیان کر کے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افراد خارجی کے علاوہ افراد مقدرہ کو بھی تسلیم کیا ہے اور یہ عم غولیش سب پر حضور کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ ”بلکہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوتا بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“

پر ستاراں تحذیر اس کے جواب میں صرف یہی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتمیت ذاتیہ میں فرق نہیں آیا حالانکہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت ذاتیہ کی بجائے لفظ ”کچھ“ استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ ”حضور کے زمانے کے بعد بھی کسی نبی کے پیدا ہونے سے حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“ اھ بلفظہ

میں عرض کروں گا کہ اقول تو نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں خاتمیت ذاتیہ کا لفظ نہیں بولا۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کو خاتمیت ذاتیہ ہی محمول کر دیا جائے تب بھی نانوتوی صاحب الزام سے بری نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی کو لازم مانتے ہیں اگر بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہوتا یہ لازم کہاں جائے گا اور حضور ﷺ بقول نانوتوی صاحب خاتم ذاتی ہونے کے باوجود خاتم زمانی کس طرح ہو سکیں گے؟ یقیناً ختم زمانی میں فرق آئے گا اور جو الزام ان حضرات نے نانوتوی صاحب پر قائم کیا ہے وہ قرار ہے گا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں خدا کو وحدۃ لا شریک مانتا ہوں لیکن میرے نزدیک خدا کے معنی یہ ہے کہ وہ جو چاہے کر سکے یہاں تک کہ اگر وہ ایک اور خدا بھی پیدا کرنا چاہے تو وہ بھی پیدا کر سکے۔ اگرچہ یقیناً کوئی دوسرا خدا پیدا نہیں کرے گا لیکن بالفرض اگر خدا کے لئے کوئی دوسرا خدا پیدا ہو جائے تو خدا کی وحدانیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

اگر یہ بات صحیح ہے تو نانوتوی صاحب کی عبارت مقبول بالابھی صحیح ہو سکتی ہے۔ کیا پر ستاراں تحذیر میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ



صحیح ہے؟ اذلیس فلیس

اس کے بعد ہم آپ کے مکتوب کے بقیہ ہزلیات و مغالطات کی نقلی کھولتے ہیں۔ آپ نے حسام الحرمین کی طرف منسوب کر کے اپنے مکتوب کے س پر ایک عبارت نقل کی ہے۔

”والقاسمۃ المنسوبۃ الی قاسم النانوتوی“

اس کے بعد مجھ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ ”میں نے اس عبارت کو حذف کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ قول کذب محض ہے۔“

”قاسمہ نامی کوئی فرقہ دنیا میں موجود نہیں“

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب قاسم نانوتوی صاحب کے ماننے والوں کو عبارت مقبولہ بالا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بے شمار پرستارین تحذیر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین و خبیثین کو فرقہ ”رضاخانیہ“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ رضا خان نامی کوئی فرقہ دنیا میں موجود نہیں۔“

آپ نے اپنے مکتوب میں اسی صفحہ پر ”حسام الحرمین“ کے نام شری طرف منسوب کر کے لکھا کہ اس نام شری نے

”حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم بمعنی تقسیم کنندہ قرار دیا اور حضور ﷺ کی صفت ٹھہرے اور اسماء نودونہ میں سے ایک مخصوص اسم گرامی میں شریک ٹھہرا کر حدیث پاک ”انما انا قاسم واللہ یعطی“ (لاہ) کی صریح خلاف ورزی کی ہے جو صریحاً احادیث فی الدین ہے اور محدث اعظم ہو کر جناب نے کوئی احتجاج و اعتراض اس پر نہیں کیا بلکہ سکوت کر کے اپنی رضامندی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے لہذا احادیث فی الدین کے ارتکاب یا اس پر رضامندی کی جو سزا جہنم کی ہے اس کا ثبوت عطا کریں۔ (لاہ)

جواباً عرض ہے کہ فقیر نے ”حسام الحرمین“ کے نام شری کوئی عبارت نہیں دیکھی اس لئے مجھ پر آپ کا الزام لگانا محض بے جا ہے اگر آپ اپنے حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم بمعنی تقسیم کنندہ قرار دے احادیث فی الدین سمجھتے ہیں تو اس کے مرتکب جناب کے سب سے بڑے محدث اعظم جناب مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند ہیں وہ فرماتے ہیں

اخبرنا الشیخ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم النانوتوی (العرف العذی صفحہ اول)

ذرا آپ آنکلیں کھول کر دیکھئے آپ کے شیخ الہند صاحب نے حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم العلوم والخیرات کہہ کر نانوتوی صاحب کو بقول آپ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت ٹھہرے اور اسماء نودونہ میں سے ایک مخصوص اسم گرامی میں شریک ٹھہرا کر حدیث پاک ”انما انا قاسم واللہ یعطی“ (لاہ) کی صریح خلاف ورزی کی ہے جو صریحاً احادیث فی الدین ہے اور شیخ الہند صاحب کے اس مقولہ کو نقل کرنے والے آپ کے عظیم ترین محدث مولانا انور شاہ صاحب کشمیری ہیں۔ انہوں نے بھی اسے نقل کرنے میں تامل نہیں

فرمایا اور یہ کوئی احتجاج کیا نہ اعتراض بلکہ اسے نقل کر کے اپنی رضامندی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے لہذا احداث فی الدین کے ارتکاب یا اس پر رضامندی کی جو سزا اہلسنت کے ہاں مقرر ہے نقل کر کے شیخ الہند صاحب کی ذات اور اپنے ساتھی چیشوا امام جناب انور شاہ صاحب کشمیری پر بھی حاکم کر کے حق پرستی کا ثبوت ادا کریں۔

اس کے بعد آپ نے نافقوی صاحب کے ختم نبوہ کو تسلیم کرنے کا اہرام مجھ پر لگایا ہے حالانکہ میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ جس ختم کے وہ قائل ہیں یعنی ختم ذاتی قرآن مجید کی اس نص قطعی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ہاں تاخر زمانی کو نافقوی صاحب نے ختم ذاتی کے لئے لازم مانا ہے لیکن تجدیر الناس کے خضر نمبر ۳ کی تشریح میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ نافقوی صاحب تاخر زمانی کے لزوم کو مان کر بھی اس کے منکر ہو گئے کیونکہ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نئی پیدا ہوتی پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اگر نافقوی صاحب ختم زمانی کے قائل ہوتے تو یوں کہتے ختم ذاتی کیلئے ختم زمانی لازم ہے۔ اس لئے بعد زمانہ نبوی اگر کوئی نئی پیدا ہوتی حضور کی خاتمیت میں ضرور فرق آئے گا۔

علاوہ ازیں نافقوی صاحب دس لاکھ مرتبہ یہ کہیں کہ میں خاتمیت زمانی کا معتقد ہوں بیکار ہے تا وقتیکہ وہ آیہ کریمہ ”وَلَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ غَيْرِكُمْ“ میں لفظ خاتم کے معنی آخری نبی ہونے کو قوام کا خیال قرار دینے سے توبہ نہ کریں۔

رہا یہ امر کہ نافقوی صاحب نے جدید نبی کا لفظ کہیں نہیں لکھا حالانکہ تجدیر الناس کے ص ۴۴ سے خضر نمبر ۳ میں ”پیدا ہونے کے الفاظ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ حیرت ہے پیدا ہونے والا نبی جدید نہ ہو گا تو کیا آپ اسے قدم کہیں گے؟

سوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بولاجو سوخت !

آپ کی بغیر غلط فہمیوں اور ہزلیات کا مفصل جواب اسی مضمون میں ملنا تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ علاوہ کی حاجت نہیں۔  
قبلیت، بعدیت اور معیت تینوں لفظوں میں متقابل بدیہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا سہارا لیکر آپ معیت کو بعدیت کے متافی قرار دینا باطل فرما رہے ہیں۔

حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام انبیاء سابقین میں ہیں حضور ﷺ کی معیت میں یعنی عہدی نبوت محمدیہ میں ان کو نبوت نہیں ملی۔  
جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں یعنی آپ کے عہد رسالت اور زمانہ نبوت میں کسی قسم کی نبوت دئے جانے کا قائل ہے وہ امت مسلمہ کے نزدیک کافر ہے۔

دیکھئے آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ”شرح شفاء“ سے عبارت نقل کرتے ہیں۔

فانہ لا نسی ولا رسول بعده ولا فی عہدہ

بے شک کوئی نبی اور رسول نہ حضور ﷺ کے بعد ہے اور نہ آپ کے عہد مبارک میں۔ (ختم النبوة فی الاثار ص ۲۸ ص ۱۹)

اسی طرح ص ۲۰ پر آپ کے ان ہی مفتی صاحب نے شرح خفاء سے ایک اور عبارت نقل کی جو کذا الک نکفر من ادعی نبوة احد مع نبینا ﷺ یعنی اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں جس نے کسی کی نبوة کا دعویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کیا اور صفحہ ۲۴ پر ”تحدیر شرح منہاج“ سے کلمات کو نقل کرتے ہوئے ان ہی مفتی شیخ صاحب نے ارغام فرمایا

او جوز نبوة احد بعد وجوده وعینی ﷺ نبی قبلہ فلا یورد (از الکفار ص ۴۲)۔

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ معیت بعدیت کے منافی ہے یا درکنہ کے مسئلہ کذاب، اسود غسی سب کو اسی عقیدہ کی بنیاد پر واجب القتل قرار دیا گیا۔ آپ نے اپنے مضمون کے ص ۵ پر لکھا ”لہذا اجتنب کاچھ خاتم کی رٹ لگانا غلط و باطل ہے“ چھ خاتم کی رٹ ہم نے نہیں لگائی بلکہ نانوتوی صاحب نے لگائی ہے۔

نانوتوی صاحب نے اسی اثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بنیاد پر جس کی صحت میں علماء امت کا اختلاف ہے جسے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

”تحدیر الناس“ میں فرمایا

”اے یہی اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت اُن کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔“ اھ (تحدیر الناس ص ۲۹)

پھر ص ۳۰ پر لکھتے ہیں

ہر زمین میں اسی زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم ﷺ ان سب کے خاتم ہیں۔“ اھ

آگے چل کر پھر ص ۳۱ پر قضا ازہوتے ہیں۔

”ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبین کا تابع ہے“ اھ (تحدیر الناس ص ۳۱)

اب تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نانوتوی صاحب نے چھ خاتموں کی رٹ لگائی اور ان کا یہ رٹ لگانا غلط و باطل اور ختم نبوة میں حضور ﷺ کے خصوصی وصف ہونے سے انکار کرنا اور احداث فی الدین ہے۔

آپ نے اپنے مضمون کے اسی صفحہ نمبر ۵ پر پھر اے ان انھوں پر کہ ”ہمارے رسول“ اعتراض کرتے ہوئے نمبر ۱ کی علامت دے کر حاشیہ پر لکھا ہے نمبر اولاً ہمارے رسول (لحم اس قول میں قائل یعنی جناب نے حضور ﷺ کی رسالت کو بریلویوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے جو آیت کریمہ ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّبِعُوا رِسُولَ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا“ الاقیمہ و امثال ان کے خلاف ہے۔ اھ بلنظہ

جواباً عرض ہے کہ ہمارے رسول کا لفظ کہنے سے اگر حضور کی رسالت بریلویوں کے ساتھ خاص ہو گئی ہے تو ”تحدیر الناس“ میں نانوتوی صاحب نے جو بار ص ۳۰ اور ص ۳۱ پر ہمارے رسول مقبول اور ہمارے خاتم النبین کے الفاظ تحریر کئے ہیں حضور ﷺ کی رسالت و نبوت دیوبندیوں اور قاسمیوں کے ساتھ خاص ہو جائیگی۔ (فما جو ابکم فہو جو ابنا) اس کے بعد اپنے مضمون کے صفحہ ۶

پر آپ نے پھر اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مفصل بحث گزر چکی ہے اور کچھ تعالیٰ فقیر نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اس اثر کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے اور بر تقدیر صحت یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے جسے نقل کر کے خود حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر کسی دینی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی۔

آگے چل کر آپ نے غلط بحث کرتے ہوئے اسی مضمون کے اسی صفحہ نمبر ۶ پر لکھا کہ ”اب رہا بنا راستہ نبوت بالذات وبالعرض کی تقسیم تو ایسے کئی راستے خود بریلو یوں نے اختیار کیے ہوئے ہیں۔“ اھ لفظ بریلو یوں کے کئی راستے آپ کے نزدیک بدعت اور احداث فی الدین ہیں۔ نبوت بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو بھی آپ نے ایسا ہی راستہ قرار دے کر اسے بدعت اور احداث فی الدین ہونے کو تسلیم کر لیا۔ (وللہ الحمد)

یہ مسئلہ موضوع سے متعلق نہیں اور ان مسائل پر ہم نے تفصیل کے ساتھ دلائل اپنے دوسرے رسائل میں بیان کر دیے ہیں اور ان اعتراضات واپس کے جوابات بھی صرف اس لئے دے دیے ہیں کہ وہ ان اہلسنت دعو کے میں نہ آئیں۔ حیرت ہے کہ آپ نے درود و سلام کو بدعت قرار دے کر عرس، میلاد، گیارہویں وغیرہ کو دلائل سے ثابت مانا ہے اور آپ ان کے جواز میں شک نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ ہو آپ کا مضمون ص ۱۸ طرح ۱۵۔ آپ نے مضمون لکھتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ فضائل، اعمال اور عقائد قطعیہ میں جو فرق ہے وہی فرق ان کے دلائل میں بھی ہے۔

عرس، میلاد وغیرہ از قبیل اعمال مستحبہ ہیں اور ختم نبوة کا مسئلہ عقائد قطعیہ میں سے ہے اس لئے نبوة کی تقسیم بالذات وبالعرض کی طرف قطعی دلائل سے ثابت کرنی چاہیے۔ حالانکہ ایک پر کاہ کے برابر بھی اس دعوے پر آپ کو کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔

آپ نے نبوة بالذات اور نبوة بالعرض کی تقسیم کے دعوے کی دلیل میں ”بَلِّغْ الرُّسُلَ قُلُوبًا بَنَصْنَهُمْ عَلَىٰ بَعْضِ“ الآیۃ اور آیۃ ”لَوْ جِئْتُ بِهٖ وَلِتَصْرَفْ لَہٗ الْاٰیۃ اور اس کے تحت منقول حدیث ”لَوْ كَانَ مُوسٰی حَیًّا“ اھ حدیث اور ”اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ“ الحدیث کو ناجائز یا مغلطہ دینی کی بناء پر نقل کر ڈالا ان آیات اور احادیث میں حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا بیان ہے۔ نبوة کی تقسیم کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ قرآن وحدیث کے ایسے معنی بیان کرنا جو آج تک کسی مسلمان نے نہ کئے ہوں۔ تحریف معنوی ہے العیاذ باللہ الکریم۔ آیت کریمہ ”لَا تَنْفِرْ فِیْہِ اَحَدٌ مِّنْ رُّسُلِہٖ“ کے معنی ”نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفَرُ بِبَعْضٍ“ کا فقیر نے ہرگز انکار نہیں کیا نہ اسے عوام کا خیال قرار دیا۔ البتہ اسی آیت کریمہ کے تحت مفسرین کی عبارات حوالہ جات کے ساتھ نقل کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ تفریق فی البدیۃ کا قول باطل ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا کہ کسی نبی کی نبوة کو ایمان لانے کے قابل سمجھا اس پر ایمان لے آئے اور کسی نبی کی نبوة کو ایمان لانے کے لائق نہ سمجھا تو اس کے ساتھ کفر کیا۔

یہی تفریق فی البدیۃ ہے جو لایستفصیل فی النبوة کے ہم معنی ہے کیونکہ نفس نبوة تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں امر مشترک ہے اس صورت میں ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار نفس نبوة میں تفصیل کے مترادف ہوگا۔ لہذا نفس نبوة میں تفصیل اور تفریق



میں فرق نہیں۔ بنا بریں آپ کا چھ پر الزام لگانا کہو نے آیت کریمہ ”لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ“ کے معنی متواتر کا انکار کیا محض افتراء اور بہتان ہے۔ آپ کی لاعلمی پر حیرت ہے کہ تفصیل فی نفس النبوة اور تفصیل فی ذوات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق نہیں کر سکتے۔ آپ نے جس قدر آیات اور ان کی تشریحات متعلقہ عبارات اپنے مضمون میں لکھی ہیں سب کا مفاد تفصیل فی ذوات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ نفس نبوة میں تفصیل کا قول نہ قرآن میں ہے نہ کسی حدیث میں، نتائج کتابت مسلمہ میں کسی عالم دین نے یہ قول کیا۔

اگر آپ سچے ہیں تو نفس نبوة میں تفصیل ثابت کیجئے۔ انشاء اللہ فی امت تک آپ ثابت نہ کر سکیں گے۔ جن آیات و احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام کمالات علمی و عملی اور ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی و دنیوی و اخروی سے متصف ہیں اور کمالات کے آپ جامع ہیں اور آپ کی ذات مقدس ساری کائنات کل موجودات حتیٰ کہ جمیع انبیاء و مرسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے۔

آیت یتائق میں بھی حضور ﷺ کی اس فضیلت کو بیان کیا گیا ہے آپ کا یہ سمجھنا کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ کی نصرت کا عہد اس لئے لیا گیا کہ حضور ﷺ کی نبوة بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوة بالعرض ہے۔ قطعاً باطل محض ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کے دین متین کی نصرت کے عہد لینے کی حکمت یہ تھی کہ ہر نبی کی امت اپنے نبی کے تابع ہوتی ہے اور نبی اپنی امت کا متبوع ہوتا ہے۔ چونکہ متبوع کے عہد میں اس کے تابعین شامل ہیں لہذا جس نبی کے بھی ماننے والے حضور ﷺ کے زمانے میں موجود ہوں ان سب پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ضرور ضرور ایمان لائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین متین کی ضرور ضرور نصرت کریں اس معنی کا نبوة بالذات اور بالعرض سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ البتہ حضور ﷺ کی کمال فضیلت ضرور اس سے ثابت ہوتی ہے جو ہمارا ایمان ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ فرض کیا جاتا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت بالذات کی دلیل ہے تو میں عرض کروں گا کہ ہمارے آقا کے نامدار حضرت نبی کریم ﷺ پر بھی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا فرض ہے بلکہ ہر نبی پر فرض ہے کہ وہ خدا کے ہر نبی پر ایمان لائے اور نبوة کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کرنے کی یہی دلیل ہے تو ہر نبی کی نبوة بالذات بھی ہوگی اور بالعرض بھی اور یہی قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوة کے بارے میں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ“ (سورۃ الاحزاب)

روح الحالیٰ میں اس کے تحت فرمایا

وفی رواية اخرى عن قتادة اخذ الله ميثاقهم بتصديق بعضهم بعضا، والاعلان بان محمدا رسول

اللہ و اعلان رسول اللہ ﷺ ان لا نبی بعدہ (روح المعانی پارہ ۳ ص ۱۵۴)

دیکھئے اس عہد میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں۔ یعنی حضور ﷺ سے بھی دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کا جیاق لیا گیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَمِّنَ الرُّسُلُوْنَ بِمَا اَنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّ اَمِّنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا تَقْرَفُ اَمِّنَ اَمِّنَ رُسُلِهِ

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ بھی ہر نبی پر ایمان لائے اور کل مومنین کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی پر ایمان لائے یہود و نصاریٰ کی طرح انہوں نے تفریق نہیں کی کہ کسی نبی پر ایمان لائے اور کسی پر ایمان نہ لائے۔

ثابت ہوا کہ آیت جیاق سے نبوۃ بالذات اور بالعرض کی تقسیم ہرگز ثابت نہیں ہوتی میں اس تقسیم کو قطعاً باطل سمجھتا ہوں۔ صاحب تحفہ پرکار دکر تے ہوئے اگر کہیں میں نے بالذات اور بالعرض کا لفظ لکھا ہے تو آپ یہ سمجھیں کہ میں نے اسے تسلیم کر لیا ہے آپ کی اس سمجھ پر بھی کوئی ہت نہ ہے

ج بریں عقل و دانش بیاباے گریست

آپ کے سب سے بڑے محدث انور شاہ صاحب کشمیری بالذات اور بالعرض کے متعلق فرماتے ہیں کہ و ارادۃ بالذات و بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن حکیم و حار عرب و نہ نظم راجح گونا ایمان و دلالت برآں پس اضافہ استفادہ نبوۃ زیادہ است بر قرآن محض اتباع ہوا (رسالہ خاتم النبیین تالیف مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری ص ۳۷)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بالذات اور بالعرض فلسفے کا عرف ہے۔ قرآن حکیم اور حار عرب سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ الفاظ قرآن میں اس کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس پر کوئی دلالت موجود نہیں۔ پس ہر اقرآنی پر استفادہ نبوۃ کا اضافہ کرنا قرآن پر زیادتی ہے اور خالصتاً خواہش نفسانی کی اتباع ہے۔

آپ کے کشمیری صاحب نے نافقوی صاحب کے سب کارنامے چرچائی پھیر دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں یا بملہ تعبیر یا خاتمیت از کمالات عرف قرآن اصلاً نیست عرف قرآن دریں باب یعنی در مضامینا مانند آیت

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ قُضِلْنَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجٰتٍ وَّامْتَدٰی طَرِیْقِیْ مُسْتَقِیْمٌ

است (انجلی۔ خاتم النبیین ص ۶۸)

کشمیری صاحب نے اس عبارت میں اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ختم کمالات کو خاتمیت سے تعبیر کرنا عرف قرآن کے قطعاً خلاف ہے قرآن کا عرف اس باب میں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک دوسرے سے افضل ہونے میں آیت کریمہ "يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ قُضِلْنَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" ہے۔ اس عبارت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ آیت کریمہ "يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ قُضِلْنَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" میں

تفاضل مراد ہے۔ یعنی بعض انبیاء کی ذوات قدسہ کا بعض انبیاء سے افضل ہونا مراد ہے۔ نفس نبویہ میں تفصیل مراد نہیں "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ ذَوِّجَاتٍ" سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ مراد ہے جن کے درجات کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ بلند فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین تو آخری النبیین ہی کے معنی میں ہے اس آیت خاتم النبیین میں خاتم کمالات ہرگز مراد نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا مراد ہے۔

البتہ صاحب کمالات اور موصوف برقع درجات ہونا قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے ثابت ہے جن میں ایک آیت "يُحْكِمُ اللَّهُ أَمْرَهُ يُخَوِّفُ فِتْنَتَهُمْ عَلٰى غُلُوبِ الْكَافِرِينَ" ہے اور اس میں حکم نہیں کر رسول اللہ ﷺ کا جامع کمالات ہونا قرآن کریم و احادیث کی بے شمار نصوص سے ثابت ہے لیکن قرآن حکیم میں لفظ خاتم النبیین سے مراد صرف آخر النبیین ہے لا غیر کیا ضروری ہے ایک ہی لفظ سے شرع کے تمام احکام و مسائل ثابت ہو جائیں۔ "اقِمُوا الصَّلَاةَ" کے الفاظ سے اداۓ صلوٰۃ کے ساتھ ایماذ کواۃ و صوم رمضان، حج بیت اللہ و دیگر احکام و مسائل شرعیہ کو ثابت کرنا کہاں کی فکندی ہے "اقِمُوا الصَّلَاةَ" سے صرف نظام صلوٰۃ کا پر پا کرنا مراد ہے، بقید احکام و مسائل کے لئے دیگر آیات و احادیث نصوص شرعیہ موجود ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن مجید کے ایک لفظ خاتم سے حضور ﷺ کے تمام کمالات کو ثابت ماننے کے لئے اجماع امت کا شرق اور معنی متحول متواتر کا انکار کرنا صاحب تحذیر نے کیوں ضروری سمجھا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے جامع کمالات ہونے کے لئے انہیں یہی ایک لفظ خاتم نظر آیا ہے جس کے قطعی معنی صرف آخر ہونے کے ہیں۔ وہ بے شمار آیات و احادیث جن سے حضور ﷺ کا رَحْمَةُ الْمَعَالِیْنِ سید المرسلین و الآخرین ہونا ثابت ہے نافذ تو ہی صاحب کو نظر نہیں آئیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں جہ ہوا عجیبی است

نانوتوی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تجزیہ میں صاف کہہ دیا ہے کہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ (تجزیہ ص ۲۴)

اس عبارت میں نافوقی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو محدومین کا بھی خاتم قرار دیا ہے اس کے متعلق انور شاہ صاحب کشمیر اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ

”ہشتم میں اس کے بدلہ اول کلمہ ختم میں آتا ہے کہ حکم کو تعلق خاتم پر ماقبل دے جاری شود وزیر سیاست و قیادت دے باشند مانند بادشاہ کہ قاکہ موجودین باش نہ معدومین و ظہور سیاست و آغاز عمل دے بعد اجتماع باشند نقل آں گویا انتظار تو دے بعد اجتماع بسوئے کسے اظہار توقف دے است برخلاف عکس میں کہ محض معنوی و دینی است و لہذا اعاقب و حاشہ و محقق ہی ہمدردا سائے گرامی آمدہ اند نہ ہر لحاظاً بعد اھ“ (رسالہ خاتم المؤمنین ص ۷۷)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ شتم اور خاتم کا حکم اور تعلق ہمیشہ اس کے ماقبل پر حاوی ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے ہوں وہ انہیں کا خاتم قرار پائے گا خاتم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ موجودین کا قائم ہونا معدومین کا۔ یعنی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی میں عاقب، حاشر اور متقی آئے ہیں اور حضور کا عاقب ہونا ملحوظ ماقبل ہے مابعد کے لحاظ سے نہیں۔ اس عبارت میں کشمیری صاحب نے نانوتوی صاحب کا رد طبع فرمادیا۔ توضیح حرید کے لئے کشمیری صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں ”پس چون حق تعالیٰ یکبارہ نص فرمود کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

پس شیوہ ایمان اس است کہ ہر کسی تعلق و تعلق را کذا شستہ آنحضرت ﷺ را خاتم ہر معینین یقین تکمیل و بایں ایمان آوریم کہ در ہمیں عقیدہ و ایں آیت آمدہ، و چون حضرت حق در پیچہ جا تقسیم و تشدید نہ فرمود مارا حق نیست کہ بہ شہادت زلفی و الحاد از عموم و اطلاق آیت بدر رویم کہ مقابلہ نص با قیاس اولاً اطلاق کردہ، پس اجماع بلا فصل بریں عقیدہ منعقدہ شدہ، و از عصر نبوت ما ایں وقت ہمیں استمرار و استمرار ماند پس ایں عقیدہ قطعی الثبوت، و ایں آیت در اثبات قطعی اللہ لالہ ماند بلا نظیر (خاتم النبیین ص ۱۰۱، ۱۰۰)

النبیین ص ۱۰۱، ۱۰۰

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بطور نص قرآن مجید میں فرمادیا ”وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ تو ایمان کا قضا ضابطہ یہ ہے کہ ہر قسم کے حیلہ و حجت کو چھوڑ کر ہمیں آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں کا خاتم یقین کرنا چاہیے اور ہمیں اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اسی عقیدہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم کجروی کے شہادت اور الحاد میں مبتلا ہو کر آیت کے عموم و اطلاق سے باہر چلے جائیں کیونکہ نص کے مقابلہ میں سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان ہے پھر یہ کہ اس عقیدہ پر بلا فصل اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ساری امت اسی عقیدہ پر استمرار اور برقرار رہی پس یہ عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیت اس کے اثبات میں قطعی اللہ لالہ ہے۔

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں خاتم کا مضاف الی لفظ النبیین کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ”النبیین“ کی بجائے انہوں نے وصف نبوت کو مضاف الیہ قرار دیا گویا ان کے نزدیک ”النبیین“ کی جماعت و وصف نبوت ہے۔ کشمیری صاحب نے واضح طور پر لکھ دیا کہ ایمان کا قضا ضابطہ یہ ہے کہ ہم اپنے آقائے نامہ را کذا شستہ ایمان کا خاتم یقین کریں اور اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ آیت ”خاتم النبیین“ اسی عقیدہ میں نازل ہوئی ہے ہمیں اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ غلط قسم کے شہادت اور الحاد کی بناء پر آیت کریمہ میں النبیین کے عموم و اطلاق سے باہر جائیں۔ پھر ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اسی عقیدہ پر بلا فصل اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ساری امت اسی عقیدہ پر قائم و مستمر ہے لہذا یہی عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیت عقیدہ ختم نبوت پر قطعی اللہ لالہ ہے آپ کریمہ ”وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ میں مختلف قسم کے حیلے بہانے تلاش کر کے غلط تاویلیں کرنے میں پرستار ان تحذیر اور مرزا کی



برابر کے شریک ہیں۔ صاحب تحفیر نے لفظ خاتم میں غلطی تو ملیں کیں اور ساتھ ہی ”السین“ کو مصنف الیہ ماننے سے انکار کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ”السین کو مصنف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف مان کر ان کی شان میں مہکت کا ارتکاب کیا یا اس طور کہ ان کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دیا۔ مرزائی حضور ﷺ کے بعد ظلی نبوت کے قائل ہوئے اور صاحب تحفیر نے آدم ۱۹۹۹ سے ملکر عکسی ۱۹۹۹ تک ہر نبی کی نبوۃ کو ظلی و عکسی قرار دے دیا۔

ملاحظہ فرمائے ”تحفیر الناس“ نا فتویٰ صاحب لکھتے ہیں۔

”غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ فعل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں۔“ (تحفیر الناس ص ۲۸)

انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دینا اور انہیں وصف نبوۃ سے بالعرض موصوف ماننا دراصل ان کی نبوت کا انکار کرنا ہے۔ اس حقیقت کو ہم بار بار واضح کر چکے ہیں کہ تمام کائنات کو جو فیض ملا وہ حضور ﷺ ہی کے فضیل ملا ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبوت بھی حضور ہی کو سیلے سے ملی لیکن اس کے باوجود ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہے ہر نبی اپنے وصف نبوۃ میں کامل ہے اور ہر نبی کی نبوۃ محض عرضی اور مجازی نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں اور ہر نبی کا وصف نبوت حقیقی ہے ورنہ ایسی صورت میں حضور ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام درحقیقت نبی نہ رہیں گے بلکہ سب کی نبوۃ مجازی ہو جائیگی۔

راکب سفینہ کی حرکت کی طرح کسی نبی کی نبوۃ کو محض عرضی و مجازی قرار دینا ہم قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب مدنی نے کہا ہے۔

”کشتی کو حرکت دلانا عارض ہوتی ہے اور اُس کے ذریعہ بیٹھنے والے کو حصہ پہنچتا ہے بس سلسلہ حرکت کشتی پر ختم ہو جاتا ہے اس صورت میں کشتی کو موصوف بالحرکت دلانا وبالذات کہیں گے اور جانشین کشتی کو تانیاً بالعرض“ ۱۔ دیکھئے اشہاب الیقین ص ۷۷

میں عرض کروں گا کہ کشتی کی حرکت ہیضہ وبالذات ہے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے کو ہیضہ حرکت نہیں اس کی طرف حرکت کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے۔

مولانا ابوالحسن علی بن ابی عمیر کے والد گرامی مولانا عبدالطیم علیہ الرحمۃ ملاحظہ فرمائیے کہ حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

ان الواسطة فی العروض عبارة عن ان يكون الواسطة متصفة حقيقة وذو الواسطة بوصف مجازاً

کالسفينة فان التحرك لها حقيقة ولجالسها مجازاً ۵ (حاشیہ ملاحظہ ص ۵۱)

اس مقام پر یہ شبہ پیدا کرنا کہ اگر جالس سفینہ متصف بالحرکت نہیں تو اس کے محاذات کیسے بدلے اور وہ مغرب سے مشرق کس طرح پہنچا تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ وہ جمعیت سفینہ مغرب سے مشرق پہنچا اور جمعیت سفینہ کی وجہ سے اس کے محاذات بدلے۔ جالس

سفینہ بہ جمعیت سفینہ مجاز و وصف حرکت سے متصف ہے حقیقہ نہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ایک بچے کو گود میں اٹھا کر چلتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے ظاہر ہے کہ چلنے والا گود میں اٹھائے ہوئے بچے کے لئے واسطہ فی العرض ہے اور بچہ ذوالواسطہ ہے لیکن اس کے باوجود چلنے کی صفت اس بچے کے لئے حقیقی نہیں بلکہ محض مجازی ہے وہ بچہ واسطہ فی العرض کے تابع ہونے کی وجہ سے مغرب سے شرق پہنچا اور اس کے محاذات بدلے۔  
وصف مشی یعنی چلنے کی صفت اس بچے کے لئے حقیقہ ثابت نہیں محض بطور مجاز ہے۔

خلاصہ یہ کہ نانوتوی صاحب کا رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں واسطہ فی العرض قرار دینا دراصل تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے وصف نبوۃ سے حقیقہ متصف ہونے کا انکار ہے اور سب کی نبوۃ کو مجازی قرار دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجازی نبوت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لہذا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ نانوتوی صاحب کے نزدیک محض بے حقیقت قرار پائی۔ العبادۃ باللہ الکرم

نیز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَلِمًا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ

نبوۃ کی حقیقت وحی نبوۃ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تمام نبیوں کی طرف وحی نبوت فرمائی بالکل اسی طرح ہمارے آسمانے نامدار ﷺ کی طرف بھی وحی نبوت فرمائی۔

جب کہ ہر نبی کی وحی نبوت یکساں ہے تو ایسی صورت میں حضور ﷺ کی نبوۃ کو وصف ذاتی اور باقی سب نبیوں کی نبوۃ کو عرضی کہنا قرآن کے قطعاً خلاف ہے۔

اسی لئے حضور ﷺ کے متعلق فرمایا

”قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا قَبْلَ الْوَسْلِ“ اے حبیب پاک آپ فرمادیجئے کہ میں کوئی نرالا اور نوکھانی نہیں ہوں (جس کی مثال پہلے نہ پائی جاتی ہو)۔ ان کے علاوہ اور بکثرت آیات اسے واضح ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوۃ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حقیقی نبوۃ عطا فرمائی اگرچہ یہ عطا حضور ﷺ ہی کے پیش ہوئی لیکن یہ کہنا قطعاً غلط ہو گا کہ حضور ﷺ نے کسی کو نبوۃ عطا فرمائی۔

نبوۃ و رسالت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ثابت ہوا کہ اعطائے رسالت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْتِھُمْ الْكِتَابُ وَالْحُكْمُ وَالنُّبُوَّةُ

سورہ النعام آیہ نمبر ۸۹ یعنی یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوۃ عطا فرمائی۔

ایک اور جگہ فرمایا

وَلَقَدْ آتَيْنَا نَبِيَّ إِسْرَٰئِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

یعنی بے شک ہم نے نبی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوۃ عطا فرمائی

ان تمام آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ عطا ۛ نبوۃ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اس کے باوجود اپنے مضمون کے

ص ۱۹ پر آپ نے لکھا کہ

”نبوۃ بھی انہیں حضور کے درجہ مبارک سے عطا ہوئی۔“

اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ میں رسول اللہ ﷺ کو شریک نہیں کرنا شرک نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ بات ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ہی کے وسیلہ سے ملتی ہے اور یقیناً نبوت و رسالت بھی انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور ہی کے منتقل ملی مگر اس بناء پر حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآنی مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا انکار صریح ہے۔

جب لفظ خاتم کے متعلق اور نفوی معنی ہی ”آخر“ ہیں تو ایسی صورت میں تا نفوی صاحب کا اطلاق یا عوام کا قول باطل محض ہے اور آیہ کریمہ ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ“ کا حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہونے کا صاف انکار ہے۔ دلالت النص یا اشارۃ النص کے طور پر حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر بے شمار آیات قرآنیہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے لیکن حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یہی ایک آیت قرآنیہ ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ“ عبارت اخص ہے جس کا تا نفوی صاحب نے نہایت بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ انکار کر کے اسے ائمہ عبد اللہ ابن عباس پر قریبان کر دیا۔ جس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے اور بالفرض اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو وہ ظنی ہے اور کسی دلیل ظنی سے عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ میری بات اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو اپنے گنگوہی صاحب سے سمجھ لیجئے وہ فرماتے ہیں۔

”خوب سمجھ لو کہ باب مقام میں محض نص قطعی واجب ہے احاد و ظلیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ اھ (براہین قلعہ

ص ۱۹۸)

ائمہ عبد اللہ ابن عباس کو خود تا نفوی صاحب ظنی مان رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے تحذیر الناس ص ۳۲ پر لفظ خاتم مرتبی ہونے کے متعلق

قطر از ہیں۔

”ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں اور نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں چونکہ اس قسم کے استنباط امت کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو بھر تکلیف نہ کور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچیں یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ عبد اللہ بن عباس سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچتا اس کے مضمون پر اجماع امت منعقد ہوا“ ۱

۲۲ خزیر ص ۲۲

اس عبارت میں ماثو قوی صاحب نے وہ ساری عبارات جہدم کر کے رکھ دی جسے خزیر الناس میں پاؤ بیل کرتا رہا تھا اور فرمایا تھا کہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے خاتم کے معنی خاتم مرتبی اور نبوة کی تقسیم بالذات اور بالعرض اور لفظ خاتم میں عموم و اطلاق سب تاویلات میں احتمال خطا تسلیم کر لیا اور اس حقیقت کو مان لیا کہ اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا متواتر ہونا تو درکنار اس کے مضمون پر بھی اجماع امت منعقد نہیں ہوا لہذا اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا اور آخر میں اس حقیقت کو بھی تسلیم کر گئے کہ آیت کریمہ ”وخصم المبین“ کے جو معنی میں نے بیان کئے ہیں مجھ سے پہلے لوگوں کا اس کی طرف ذہن تک منتقل نہیں ہوا۔ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔

گاہ	باشد	کہ	کودک	ناداں
بہ	خطا	ہر	ہدف	تیرے
ملخصاً خزیر الناس ص ۲۵				

مگر غسوس کر ان کے تیر کا ہدف پر لگتا ہی محتمل خطا ہوگا۔

### ایک واہی اعتراض کا جواب:

آیہ کریمہ ”وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ الاقیمہ میں لفظ ”لكن“ کے استدراک کی بحث میں آپ نے مجھ پر کلام الہی میں وہم پیدا کرنے کا الزام لگایا اور ”لا ریب فیہ“ الفاظ قرآنیہ کو میرے خلاف بطور حجت نقل کیا ہے۔ آپ کی لاعلمی پر سخت غسوس ہے۔ معاذ اللہ اکلام الہی میں وہم و شبہ کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا یہاں تو لفظ ”لكن“ کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ کلام استدراک کے لئے ہے یعنی ”لكن“ سے پہلے کلام میں جو وہم کسی کو ہو سکتا ہے اس کا ازالہ کرنے کے لئے کلمہ ”لكن“ کو کر کیا جاتا ہے آپ نے اس وہم کو میری طرف منسوب کر دیا۔ آپ کا وہم ہے۔

تمام مفسرین نے اس مقام پر استدراک کی توجیہ میں لفظ ”یسوہم“ منکھ ہے۔ بطور مثال ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح المعانی ص ۳۰ شاید روح المعانی کی عبارت سے آپ کا وہم دور ہو جائے مگر یہ لا علاج مرض ہے اس سے نجات حاصل ہونا آسان نہیں۔



آپ نے اپنے مضمون میں مجھ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ میں نے صاحب درمختار و صاحب مجمع الانهر و مفتی الاجر کے اس قاعدہ پر اعتراض نہیں کی کہ وہ فتح الكتاب من السنة القطعية کے قائل ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی علم و فن سے واقف نہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ فتح الكتاب بالسنہ کا قول امام مالک، اصحاب امام ابی حنیفہ اور جمہور متکلمین اشاعرہ نے کیا ہے اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ کتب تفسیر اور تقریراً تمام کتب اصول فقہ میں مذکور ہے۔ فتح الكتاب بالسنہ کو صاحب روح المعانی نے مذہب منصور قرار دیا۔ دیکھئے تفسیر روح المعانی جلد اول ص ۳۱۷۔

صاحب مفتی الاجر الامام ابو القاسم بن محمد علی متوفی ۹۵۶ھ اور الامام عبدالرحمن بن الشیخ محمد بن سلیمان صاحب مجمع الانهر فی شرح مفتی الاجر متوفی ۸۷۸ھ اور علامہ محمد علاء الدین حسکی صاحب الدر المختار متوفی ۸۸۸ھ یہ تینوں حضرات جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے بہت متاخر ہیں فتح الكتاب بالسنہ کا قول تو تفسیر احکام القرآن للجصاص متوفی ۳۷۰ھ نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر احکام القرآن للجصاص جلد اول ص ۶۷۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ امام مالک، اصحاب ابی حنیفہ، جمہور متکلمین اشاعرہ صاحب روح المعانی، الامام مجتہد الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی صاحب تفسیر احکام القرآن للجصاص کیا سب سے مورد وطن اور معاذ اللہ گمراہ ہیں۔

ح ناظرہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہیے

**قیل اور قالوا مطلقاً تمریض کیلئے نہیں:**

اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آپ نے تفصیل روح البیان سے میری منقولہ عبارت میں لفظ ”قالوا“ کو تضعیف کے لئے قرار دیا اور اس دعوے کی دلیل میں کبیری کے حوالہ سے نقل کر دیا کہ انہوں نے قاضی خاں کے کام میں لفظ قالوا کو تضعیف کے لئے کہا ہے آپ کی لائبریری پر اسوس بھی ہوتا ہے اور قجب بھی۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ ”قالوا“ کو مختلف فیہ مسئلہ کے ضمن میں تضعیف کے لئے استعمال کر صرف ائمہ فقہاء کی اصطلاح ہے۔ صاحب کبیری نے بھی اسے ائمہ فقہاء کی عبارات میں متعارف کہا نہ کہ ہر علم و فن کے علماء کی عبارات میں۔ میں نے فقہ کی کسی کتاب کی عبارت نقل نہیں کی بلکہ تفسیر کی عبارت نقل کی ہے۔

اور فقہاء کے علاوہ کسی فن کے علماء کے نزد یک لفظ ”قالوا“ تضعیف کے لئے متعارف ہونا ثابت نہیں ”هَضَبُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ ہر فن کے علماء کی اصطلاحات مختلف ہوتی ہیں۔ لکل ان یصطلح بمشاء

لہذا آپ کا یہ اعتراض بے معنی ہے۔

”لا تفضیل فی النبوة“ کے مختلفہ مسئلہ میں میری بعض منقولہ عبارات میں لفظ قیل پر بھی آپ نے یہی تضعیف و تخریض کا

ایک اعتراض کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیل ہو یا قالو مطلقاً ترمیض و تضعیف کے معنی نہیں ان دونوں معنیوں کا ترمیض کے لئے مستعمل ہوتا اس وقت ہے جبکہ کسی اختلافی مسئلہ کو ان معنیوں سے بیان کیا جائے جیسا کہ لفظ قالو سے قاضی خاں نے مختلف فرامہ مسئلہ کو بیان کیا ہے بالکل اسی طرح لفظ ”قیل“ ہے کہ وہ بھی ترمیض کے لئے اسی وقت ہو گا جب کہ کسی اختلافی مسئلہ کے ضمن میں مستعمل ہو۔ جیسا کہ در مختار میں ہے

”تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفرو الله اعلم“ ۱۰۱

اس کے خلاف شامی نے اسی مسئلہ تحت لکھا

”وفى الحجة ذكر فى الملتقط انه لا يكفر“

دیکھئے شامی جلد دوم ص ۳۰۰ بہامشہ الدر المختار

اسی اختلافی مسئلہ کو قاضی خاں نے ”قیل“ کی بجائے لفظ ”قالو“ کے ساتھ ذکر کیا۔

شامی کی عبارت مذکور بالا سے واضح ہو گیا کہ در مختار کا ”قیل“ اور قاضی خاں کا ”قالو“ دونوں تضعیف کے لئے ہیں کیونکہ اختلافی مسئلہ کے ضمن میں مستعمل ہوئے ہیں۔ مختصر مسئلہ ”قیل“ یا ”قالو“ کے ساتھ بطور ترمیض ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ جہاں اتفاق ہو وہاں ضعف کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔

اب غور فرمائیے کہ آپ نے ”لا تفصيل فى النبوة“ کے اتفاق مسئلہ میں لفظ قیل کو تضعیف و ترمیض کے لئے قرار دے دیا۔ ہم تھیلا بیان کر چکے ہیں کہ زوات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تفصیل ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے مگر قرآن نبوت میں تفصیل ہرگز ثابت نہیں۔

میں نے جو اقوال ابھیر میں نفس نبوت میں عدم تفصیل کے ثبوت میں نقل کئے ہیں، آپ ان کے خلاف کسی کا ایک قول بھی پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں نفس نبوت میں تفصیل ثابت کی گئی ہو۔ اگر کوئی ایسا قول پیش کرے۔ ”فَبِأَن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَئِنْ تَفْعَلُوا لَا تَنْقُوا السَّارَ النَّبِيِّ وَفَوْذَ هَذَا النَّاسِ وَالْحِجَابَةُ صَلَاسَ“ الحمد للہ! ہم نے تو کسی ضعیف قول سے استدلال نہیں کیا۔ مگر آپ ذرا اپنے سلطان المناظرین مولانا منظور احمد صاحب نعمانی کا حال دیکھئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے علم اقدس کی نفی میں در مختار کے اسی قول ضعیف سے استدلال کیا ہے جو ”قیل“ کے ساتھ صاحب در مختار نے ذکر کیا ہے اور لفظ ”قالو“ کے ساتھ قاضی خاں نے نقل کیا۔ نعمانی صاحب کا استدلال ”هو الظفر المبین“ ص ۱۰۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حیرت ہے کہ آپ کو اپنے سلطان المناظرین پر کوئی اعتراض نہیں۔ جو ”قیل“ اور ”قالو“ کے ساتھ ذکر کئے ہوئے قول ضعیف سے حضور ﷺ کے کمال علمی کے خلاف غلط استدلال کر رہے ہیں اور میں نے جو اتفاق مسئلہ ”قیل“ کے ساتھ نقل کیا تو آپ

چاہے سے باہر ہو گئے۔ فاعضروا یا اولی الابصار۔

## مثنوی شریف کے دو شعر

نانوتوی صاحب کی تائید میں مثنوی شریف کے دو شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کے بارے میں مختصر کلام اتھوئیر میں آچکا ہے۔  
حرید تفصیل کے لئے عرض ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل دونوں شعر رسول اللہ ﷺ کے فضائل و کمالات کے مضمون سے  
لبریز ہیں۔ وہ شعر یہ ہیں

بہر ایں خاتم شدہ است او کہ بخود شل اوئے بود و نے خواہند بود  
چونکہ در صنعت ہمد استاد داشت نے تو گوئی؟ ختم صنعت بر تو است  
پرستاران تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ نانوتوی صاحب آیہ مبارکہ ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیْنَ“ میں وارد ہونے والے  
لفظ خاتم کے معنی بیان کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہاں خاتم بمعنی آخر، ناہم عوام کا خیال ہے۔ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے۔  
بخلاف مولانا روم کے کہ انہوں نے قرآن پاک کی آیت میں لفظ خاتم کے معنی آخر ہونے کا قطعا انکار نہیں کیا نہ اسے عوام کا  
خیال قرار دیا بلکہ وہ ان دونوں شعروں میں رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک ”الخاتم“ کی حکمت بیان فرما رہے ہیں۔

حضور ﷺ کا اسم مبارک ”الخاتم“ بکثرت احادیث میں وارد ہے۔ خود زبان نبوت نے فرمایا میرا نام مقفی ہے، عاقب ہے اور  
خاتم ہے۔ خطیب ابن عساکر اور ابن عسکری سب نے یہ حدیث روایت کی۔ دیکھئے ختم النبوة فی الاثار مفتی محمد شفیع دہلوی ص ۱۴۳ اس  
کے علاوہ شافعی حاضی ص ۳۲ طبع مصر، موابہ اللہ نیہ جلد اول ص ۱۸۲، انھما نھس الکبریٰ جلد اول ص ۷۷۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسم مبارک ”الخاتم“ کی حکمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی ”اسم  
الخاتم“ کی حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مثل جو دو خدا (بلکہ تمام کمالات) میں نہ کوئی ہو نہ ہوگا۔ جب کوئی صاحب صنعت اپنے  
کمالات میں بالادست ہو جائے تو کیا تم اس کے بارے میں یہ نہ کہو گے؟ کہ گویا یہ صنعت تجھ پر ختم ہو گئی۔

ان دونوں شعروں میں حضور ﷺ کے جامع کمالات ہونے کو بطور مجاز ختم سے تعبیر کیا گیا ہے جب کہ قرآن مجید کے لفظ ”خاتم  
النبین“ میں ہر قسم کی تاویل و تخصیص اور مجاز کی نفی اور خاتم کے معنی صرف آخر ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔ اس اجماع کو آپ  
کے مفتی محمد شفیع صاحب دہلوی نے بھی تسلیم کیا۔ ملاحظہ ہو ضمیر ختم نبوت ص ۶۱۔ معلوم ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حلق حضور ﷺ  
کے اسم مبارک الخاتم سے ہے۔ آیت کریمہ کے لفظ خاتم سے نہیں اور نانوتوی صاحب کی کتاب تجذیر الناس میں آپ قرآن ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ  
اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیْنَ“ پر کلام کیا گیا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ قرآن مجید میں لفظ خاتم کے معنی صرف آخر ہیں اور اس میں ہر قسم کی  
تاویل و تخصیص کی نفی اور مجاز مراد نہ ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے لفظ

خاتم کے مجازی معنی کر کے اجماع امت کی خلاف ورزی کریں۔ ثابت ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شعر حضور ﷺ کے اسم مبارک ”الخاتم“ سے متعلق ہیں اور شارحین شتوی مثلاً علامہ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہ سارا کلام جو ان دو شعروں کے تحت ہے سب حضور ﷺ کے اسم مبارک ”الخاتم“ ہی سے تعلق رکھتا ہے قرآن پاک کے لفظ ”خاتم“ سے ہرگز متعلق نہیں جس میں مجازہ نہ ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور یہ بات ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جامع کمالات انبیاء علیہم السلام ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا، مگر حضور کا یہ وصف مبارک قرآن کے لفظ خاتم سے نہیں بلکہ بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے جن کی طرف ہم سابقاً اشارہ کر چکے ہیں۔ ان احادیث میں حضور ﷺ کا اسم مبارک ”الخاتم“ بھی شامل ہے جس کی حکمت بیان کرتے ہوئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے جامع کمالات ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے لہذا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں کو نانوتوی صاحب کی تائید سمجھنا سخت جہالت ہے اور اگر پرستار انی تخذیر الناس اس جہالت پر مصر ہیں کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں میں آیت کریمہ ”وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کے لفظ خاتم کی تفسیر ہے تو انہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر بھی پیش نظر رکھنے چاہئیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است ☆ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است  
کعبہ بنگاہ ظلیل آذر است ☆ دل گزر گاہ طلیل اکبر است

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حج اکبر کی تفسیر ”دل بدست آور“ سے فرمائی ہے۔ پرستار انی تخذیر سے بید نہیں کروہ یہاں حج اکبر کا لفظ دیکھ کر ان دو شعروں کو قرآن مجید کے حج اکبر کی تفسیر قرار دے دیں۔ إِنْ لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط

**نانوتوی صاحب کے عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت:**

اب آخر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ علی الاطلاق خاتم النبیین اور آخر النبیین ہیں آپ کے بعد کبھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لیکن نانوتوی صاحب اس کے منکر ہیں وہ لکھتے ہیں۔

”ویدانی کہ بعد ارتقا کلام ربانی آریں جہاں فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بھائے عالم آں وقت اگر نبی دیکری آئے مضافہ بود“ اھ

ملاحظہ فرمائیں ”قاسم العلوم“ (مکتوبات نانوتوی صاحب) مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل ص ۶۱ مطبوعہ لاہور۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جہاں فانی سے کلام ربانی (قرآن مجید) کے اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدّر ہو چکا ہے ورنہ بشرط بھائے عالم اس وقت اگر دوسرا نبی آ جائے تو مضافہ نہ ہوگا یعنی قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد کچھ عرصہ قیامت نہ آئے اور عالم باقی رہے تو اس



وقت دوسرے نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس عبارت میں مافوقی صاحب نے حضور ﷺ کے مطلقاً آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے اور قرآن مجید کے اس جہان فانی سے اٹھ جانے تک حضور کو خاتم النبیین مانا ہے اور صاف کہا ہے کہ قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہو چکا ہے ورنہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے اگر عالم باقی رہے تو دوسرے نبی کے آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرنا فوقی صاحب حضور ﷺ کو علی الاطلاق خاتم النبیین مانتے تو یوں کہتے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد اگر عالم باقی رہا تو پھر بھی کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ حضور ﷺ علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں۔

اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس جہان فانی سے قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد بھی قیامت سے پہلے عالم باقی رہے گا اور بھائے عالم کی شرط پائی جائے گی جس کے ساتھ مافوقی صاحب کسی دوسرے نبی کے آنے کو شرط قرار دے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے! آپ کے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔

”جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر جشیوں کا ساری دنیا میں عمل و فعل ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کافروں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائیگی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا اس وقت ملک شام میں بڑی ارزانی ہوگی لوگ اذخوں پر اور سوار یوں پر، پیدل اور چٹھک پر دیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی اور سب کو ہلاکت ہوگی شام میں پہنچا دے گی اور حکمت اس میں یہ ہے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اس ملک میں جمع ہوگی پھر وہ آگ عائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ دفعہ جمعہ کے دن حرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونکا دیا جائے گا۔“ (مقبول ہشتی زیور حصہ ہفتم ص ۷۷)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد بھی کئی واقعات رونما ہوں گے اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے اس کے بعد قیامت آئے گی۔

قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے کم از کم تین چار سال تک بھائے عالم کی تصریح تھانوی صاحب کے اس کلام میں موجود ہے۔ اب دیکھئے کہ حضور ﷺ کے بعد دوسرے نبی کے آنے کی شرط (بھاء عالم) جو مافوقی صاحب نے لگائی ہے وہ پائی گئی۔

نتیجہ واضح ہے کہ اس تین چار سال کے عرصہ میں اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو مافوقی صاحب کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ اب کہاں گیا وہ عقیدہ ہاخر زمانی اور ختم نبوی؟

امید ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی اور آپ تسلیم کر لیں گے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

جو الزام نانوتوی صاحب پر لگایا تھا وہ صحیح اور حق ہے۔ واللہ الحمد!  
”مصل محفوظ ہے۔“

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ  
شاداب کالونی ملتان  
۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۸۰ء